ڈائرکٹوریٹ آف ڈِسٹینس ایجوکیشن، یونیورسٹی آف جموّں

جموّں

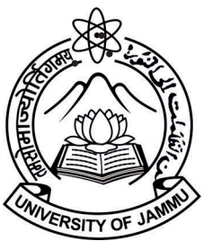

کلاس: ایم۔اے : اُردو

سمسٹر: چہارم

کورس نمبر: **404** (مطالعہ: میر تقی میر)

یونٹ : **I & IV**

پروفیسر شہاب عنایت ملک
کورس کوآرڈی نیٹر، ایم۔اے، اردو، ڈی۔ڈی۔ای
صدر شعبہ اردو، جموں یونیورسٹی، جموں

ڈاکٹر افتخار احمد
ٹیچر انچارج، ایم۔اے، اردو
ڈی۔ڈی۔ای جموں یونیورسٹی، جموں

(c) جُملہ حقوق محفوظ ہیں۔ اِس کتاب کا کوئی حِصّہ کسی شکل میں جموّں یونیورسٹی کی تحریری اِجازت کے بغیر شائع نہ کیا جائے۔

زیر اہتمام: نظامت فاصلاتی تعلیم، جموں یونیورسٹی، جموں

مضمون نگار:

۱۔ ڈاکٹر محمد آصف ملک

۲۔ ڈاکٹر برکت علی

۳۔ ڈاکٹر جاوید مغل

۴۔ ڈاکٹر مول راج

ڈاکٹر افتخار احمد

(لیکچرر، شعبہ اردو جموں یونیورسٹی، جموں)

M.A. URDU IV SEM. I COURSE NO. : 404

DIRECTORATE OF DISTANCE AND ONLINE EDUCATION
UNIVERSITY OF JAMMU
JAMMU

SELF INSTRUCTION MATERIAL

M.A. URDU (IV SEMESTER)

COURSE NO: 404 (STUDY OF MIR TAQI MIR)

UNIT I-IV **LESSONS : 1-18**

PROF. SHOHAB ANAYAT MALIK
COURSE CO-ORDINATOR P.G. URDU (DDE)
H.O.D DEPARTMENT OF URDU
UNIVERSITY OF JAMMU, JAMMU.

DR. IFTAKHAR AHMED
TR. INCHARGE P.G. URDU
D.D.E. UNIVERSITY OF JAMMU
JAMMU.

http: / www.distanceeducationju.in
Printed and Published on behalf of the Directorate of Distance and Online Education, University of Jammu, Jammu by the Director, DD&OE, University of Jammu, Jammu.

Course Contributors :

1. **Dr. Mohd. Asif Mailk**
2. **Dr. Barket Ali**
3. **Dr. Javaid Mughal**
4. **Dr. Mool Raj**

Dr Iftakhar Ahmed

© Directorate of Distance and Online Education, University of Jammu, Jammu, 2024

* All rights reserved. No part of this work may be reproduced in any form, by mimeograph or any other means, without permission in writing from the DDE, University of Jammu.

* The script writer shall be responsible for the lesson/script submitted to the DDE and any plagiarism shall be his/her entire responsibility.

Printed at : Sudesh Printers/ 2024/ 80

غزلیات میر تقی میر

تشریحات

سبق ا

غزل۔ا

تھا مستعار حُسن سے اس کے جو نور تھا
خورشید میں بھی اس ہی کا ذرّہ ر تھا
ہنگامہ َم کن جو دلِ ٠صبور تھا
پیدا ہر اک ٠لے سے شور نشور تھا
پہو جو آپ کو تو میں پہو ٠ ا کے تیئں
معلوم اب ہوا کہ بہت میں بھی دور تھا
آتش بلند دل کی نہ تھی ورنہ اے کلیم
یے شعلہ .ق ٠من صد کوہِ طور تھا
مجلس میں رات ایـ ـتے پ توے بغیر
کیا شمع کیا پتنگ ہر اک بے حضور تھا

ق

کل پ ؤں ایـ کاسۂ سر پ جو آ َیـ
یکسر وہ استخواں شکستوں سے چور تھا

کہنے لگا کہ دیکھ کے چل راہ بے خبر
میں بھی کبھو کسو کا سرپُرغرور تھا
تھا وہ تو رشکِ حور بہشتی ہمیں میں میر
سمجھے نہ ہم تو فہم کا اپنے قصور تھا

.....

شعرنمبر(۱) تھا مستعار حُسن سے اس کے جو نور تھا
خورشید میں بھی اس ہی کا ذرّہ رتھا

مشکل الفاظ:

مستعار = اُدھار۔، ادھار لیا ہوا
نور = روشنی
خورشید = سورج، مہر، آفتاب
ر = ظاہر ہو۔، کھلنا، جلوہ

تشریح: اس شعر میں میر محبوب حقیقی کی تعریف کرتے ہوئے یہ کہہ رہے ہیں کہ عالم میں جو کچھ بھی حسن اور خوبصورتی آتی ہے۔ جمال کے مختلف ذرّے آتے ہیں وہ . خالق حقیقی کے حسن سے مستعار ہیں یعنی اُسی سے اُدھار لیا ہے۔ خواہ وہ آفتاب کا نور ہو۔ ہر ذرّے کا جمال ہو وہ اُسی کے حسن کا ذرّہ ہے۔

سوال نمبر(۲)

ہنگامہ َ م کن جو دلِ ۔صبور تھا
پیدا ہر اک ۔لے سے شور نشور تھا

مشکل الفاظ:

ہنگامہَ م کن = فتنہ وفساد کر۔، شور کرتے رہنا

دلِ ناصبور	=	بے صبر دل
نالے	=	آہ و بکا، فریاد
شورنشور	=	قیامت کا شور، قیامت برپا ہونا، افراتفری

تشریح: جو دل بے صبر ہوتا ہے، محبت وعشق کی آگ برداشت کرنے کا اہل نہیں ہوتا، وہ محبوب سے وصال کی خاطر ہنگامہ آرائیوں میں مصروف رہتا ہے، فتنہ وفساد کھڑے کرتا رہتا ہے۔ اس کی ہنگامہ آرائی شور شرابہ اور فریاد قیامت کا سا ہنگامہ کھڑا کر رہا ہے۔

اس شعر کے دوسرے مصرع میں حسن معنی یہ ہے کہ یہاں عاشق کے نالے یا فریاد کو شورِنشور سے تشبیہ دی ہے۔ لیکن یہ تشبیہ صریح نہیں بلکہ تشبیہ بلیغ تخلیق کی گئی ہے جو صریح تشبیہ سے زیادہ ابلغ ہوتی ہے جس سے عاشق کی فریاد میں شدت کا احساس ہوتا ہے۔

شعر نمبر (۳)

پہنچا جو آپ کو تو میں پہنچا خدا کے تئیں
معلوم اب ہوا کہ بہت میں بھی دور تھا

مشکل الفاظ:

آپ = یہ لفظ یہاں پہلودار ہے۔ آپ سے مراد محبوب مجازی بھی ہوسکتا ہے۔ جو عشق حقیقی یا معرفت محبوب کا ذریعہ بن رہا ہے۔ دوسرا ''آپ'' سے مراد طالب یا شاعر کی اپنی ذات بھی ہوسکتی ہے۔ جسے خود شناسی سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔

تشریح: اس شعر کا مطلب یہ ہے کہ میں خدا سے بہت دور تھا یعنی مجھے بہت دیر تک خدا کی معرفت حاصل نہ ہوسکی، لیکن جب میں اپنی ذات میں ڈوب کر ابھرا تو خود شناسی ہوئی جس کے ذریعے سے میں نے خدا کو پہچان لیا، اس طرح مجھے معرفتِ الٰہی سے قربِ خداوندی حاصل ہوگیا۔ اس شعر کا دوسرا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اے محبوب (مرشد) جب میں تیرے در تک پہنچا تو میں خدا کے قریب ہوگیا۔

شعرنمبر(۴)

آتش بلند دل کی نہ تھی ورنہ اے کلیم
ی شعلہ .ق .من صد کوہِ طور تھا

مشکل الفاظ:

آتش = آگ۔ .بۂعشق
کلیم = حضرت موسیٰ علیہ السلام کا لقب،کلام کرنے والا
شعلہ = آگ کی لپٹ،چمک
.ق = آسمانی بجلی،صاعقہ
.من = ا.ج کا ڈھیر جس سے بھوسہ الگ نہ کیا ی ہو
صد کوہِ طور = سوطور کے پہاڑ

تشریح:اس شعر میں تلمیح ہے،میر حضرت موسیٰ علیہ السلام پ تعریض کرتے ہوئے اپنے دل کی کیفیت اور اپنے حال کو بیان کیا ہے۔ پہلے تلمیح سمجھ ی ت ہیں۔حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ سے کلام کیا کرتے تھے اس لئے ان کا لقب کلیم پ ڑا۔ ای .ر حضرت موسیٰ علیہ السلام . ا کی .رگاہ میں اس کے دی ار پ اڑ گئے،. انے تنبیہ بھی کی آپ میری تجلی کی ت ب نہ لاسکو گے،لیکن موسیٰ علیہ السلام پھر بھی دی ار کی ضد کرتے رہے۔آ . . انے اپنے نور کی ای تجلی طور پ .زل فرمائی تو موسیٰ بے ہوش ہوکر زمین پ پ ڑے،میر اس شعر میں موسیٰ علیہ السلام پ تعریض کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اے موسیٰ آپ جس محبت کا دعویٰ کرتے ہوئے دی ار کے طا ب ہوگئے،وہ محبت ابھی خام تھی''آتش بلند نہ تھی'' یعنی کہ محبت میں ابھی وہ شدت پیدا نہ ہوئی تھی جو .بۂعشق بن کر شعلہ زن ہوتی۔ ہمارے دل کے .من میں تو .ق کا ایسا شعلہ ہے جو ای کوہِ طور کیا بلکہ سو کوہِ طور یعنی سینکڑوں کوہ طور کو جلا . کی صلا ی ت ر ت ہے۔

شعرنمبر(۵)

مجلس میں رات ای ت ے پ توے بغیر
کیا شمع کیا پتنگ ہر اک بے حضور تھا

مشکل الفاظ:

پ تو	=	پ چھا ،عکس،روشنی،کرن
بےحضور	=	غا ، ،کھو ہوا، بیدل
پتنگ	=	پ وانہ وغیرہ

تشریح: اس شعر کا مطلب ہے کہ اے محبوب رات تُو نہیں تھا تیرا پ تو یعنی عکس بھی نہیں تھا۔ جس کی وجہ سے ساری محفل اداس تھی، غیر آ د،اُجڑی ہوئی تھی، کیوں کہ شمع میں تیرا پ تو نہیں تھا،تو نہ شمع تھی نہ ہی اس پ قر ن ہونے والے پتنگ اور پ وانے تھے،سارا منظر اداس تھا، ا بہ تھا۔

اس غزل کے آ ی تین شعر ا مفہوم واقعہ اور بہ کو مکمل کرتے ہیں،اس لئے ان کو ’ق‘ علامت قطعہ سے الگ کیا ے ہے۔

کل پ ؤں ا کاسۂ سر پ جو آ ے
یکسر وہ استخواں شکستوں سے چور تھا
کہنے لگا کہ دیکھ کے چل راہ بے خبر
میں بھی کبھو کسو کا سرِ پُر غرور تھا
تھا وہ تو رشکِ حور بہشتی ہمیں میں میر
سمجھے نہ ہم تو فہم کا اپنے قصور تھا

مشکل الفاظ:

کاسۂ سر	=	سر کی کھو پڑی
یکسر	=	ا دم، لکل
استخوان	=	ہڈی
شکست	=	ٹوٹنا،ٹوٹ ہوا

کبھو	=	کبھی
کسو	=	کسی
سر پُرغرور	=	متکبر سر
رشک حورِ بہشتی	=	جس پ . ۔۔ کی حور رشک کرے
فہم	=	سمجھ

تشریح: اس قطعہ میں میر تقی میرا ن کی اصلیت اور اس کا ا م ا ن کو سمجھا۔ چاہتے ہیں۔ میر نے قطعہ کو ا ی واقعہ کی شکل دے کر تکبر کو ٹھکرا کر عا۔ ی اور انکساری کی طرف ا ن کو لانے کی کوشش کر کے اخلاقی پہلو کو اُجا َ کیا ہے۔ کل میں بے خبری اپنے آپ میں گم تکبر کے میں چل رہا تھا کہ اچا۔ میرے پ ؤں تلے کسی مردے کی کھو پ ڑی آ گئی۔ جس کی ہڈ ی ں ٹوٹ کر چور چور ہو چکی تھیں، لیکن وہ شکستہ سر ز ب ن حال سے بول پ ڑا کہ اے۔ دان دیکھ کے چل جس طرح آج تو غرور اور گھمنڈ میں سر اٹھائے جا رہا ہے، نیچے نہیں دیکھتا کہ کوئی مردہ ہے ی ز۔ ہ، ایسے ہی میرا حال بھی ہوا کرت تھا میں بھی غرور میں کسی کی پ واہ نہیں کرت تھا آج یہ میرا ہے حال کل تیرا حال بھی یہی ہونے والا ہے۔ کل ت اے میر یہ بھی ایسا عزت وشہرت والا تھا کہ جس کے پ نے کے لئے ب۔۔ کی حوریں رشک کرتی تھیں۔ آج اس حال میں ہے، اس کو دیکھ کر بھی ا َ ہمارا حال در ۔۔ نہ ہو یعنی ہم میں انکساری پیدا نہ ہو تو پھر ہماری سمجھ کا ہی قصور ہے، سبق سکھانے کے لئے تو دلائل بہت ہیں۔

غزل۲

اس عہد میں الٰہی محبت کو کیا ہوا
چھوڑا وفا کو ان نے مروت کو کیا ہوا
امیدوارِ وعدۂ دیار مرچلے
آتے ہی آتے یارو قیامت کو کیا ہوا
بخشش نے مجھ کو ابرِ کرم کی کیا خجل
اے چشم جوش اشک ندامت کو کیا ہوا
جاتا ہے یار تیغ غیر کی طرف
اے کشتۂ ستم تیری غیرت کو کیا ہوا

شعرنمبر(۱)

اس عہد میں الٰہی محبت کو کیا ہوا
چھوڑا وفا کو ان نے مروت کو کیا ہوا

مشکل الفاظ:

عہد = زمانہ
مروّت = لحاظ، اخلاق، ا

تشریح: اس شعر کا مطلب یہ ہے کہ اے خدا یہ زمانہ، کیسا زمانہ ہے کہ کوئی محبت نہیں کرتا، مان لو کہ انہوں (محبوب) نے وفا نہیں کی، وفاداری کو ترک کر دیا، لیکن کم ازا کا لحاظ تو رکھنا چاہئے تھا، ٹھیک ہے وہ ہم سے محبت نہیں کرتے، وفا نہیں کرتے لیکن دل رکھنے کیلئے، مروّتاً ہی سہی دل کو رکھ لیتے تو کیا ہوتا۔

شعرنمبر(۲)

امیدوارِ وعدۂ دی ار مر چلے
آتے ہی آتے ی رو قیامت کو کیا ہوا

مشکل الفاظ:

وعدۂ دی ار = جلوہ دکھانے کا وعدہ، وصال کا وعدہ

قیامت = د کا فنا ہو کر محشر قائم ہو ۔ یہاں مراد محبوب کی جلوہ آرائی سے عاشقوں کا حال غیر ہو ہے۔

تشریح: شعر مذکورہ میں ی ہے کہ محبوب نے دی ار دینے کا وعدہ کیا تھا اور ہم اب ت دی ار کی امید لئے ہوئے ہیں حالا ہماری جان نکل چکی ہے۔ ہم اسی امید پ مرے تھے کہ ہمارے بعد وہ آئے گا تو قیامت ب پ ہوگی، ہم نے مر کے بھی دیکھ لیا لیکن قیامت کو کیا ہوا جواب ت نہیں آئی۔

شعرنمبر(۳)

بخشش نے مجھ کو ابرِ کرم کی کیا خجل
اے چشم جوش اشک ن امت کو کیا ہوا

مشکل الفاظ:

بخشش = عنای ت، مہر بانی، نوالہ

ابرِ کرم = رحم و کرم کی ب رش، ایسی عنای ت جس سے عاشق کی طبیعت ہری بھری ہو یعنی خوش ہو جائے

خجل = شرمندگی، حیا

چشم جوش = ایسی آ جس میں آ پ ڑھے ہوئے ہوں

اشکِ ندامت = شرمندگی کے آ

تشریح: مہربانی کی بارش کے کرنے پہ میں شرمندہ ہوں، یعنی محبوب ہم سے محبت نہیں کرتا، بلکہ صرف مہربانی کے طور پہ مجھ پہ بخشش کی ہے (اس سے مرجانا ہی بہتر ہے) اے آنسو ہمیشہ تو آنکھ بہانے کے در پہ رہتی ہے، اکثر تجھ پہ آنسو امڈے رہتے ہیں، لیکن آج تیرے وہ آنسو کہاں گئے جو اس حال سے شرمندہ ہو کر بہا سیں، جس سے میرے دل کا بوجھ ہلکا ہو۔

شعر نمبر (۴)

جاتا ہے یار تیغ بکف غیر کی طرف
اے کشتۂ ستم تری غیرت کو کیا ہوا

مشکل الفاظ:

یار = محبوب
تیغ = ہاتھ میں تلوار لیے
غیر = عاشق کا رقیب
کشتۂ ستم = ظلم کے مارے (عاشق)
غیرت = خودی، مردانگی، بہادری

تشریح: عاشق محبوب کے واروں سے زخمی ہے، جاں ہے اور محبوب وہی ظلم و ستم کی تیغ لئے رقیب کی طرف بڑھ رہا ہے۔ ایسے حال میں عاشق خود کو مت کہتا ہے کہ کیا تو محبوب کے ظلم سہتے سہتے ہار گیا ہے، اب تجھ میں محبوب کے ستم سہنے کی سکت باقی نہیں بچی جو محبوب ہمارے غیر کی طرف تیغ جفا لیے بڑھ رہا ہے، تیری بہادری کو کیا ہوا تیری غیرت کہاں گئی ابھی بھی تو جان ہے، تیرا لاشہ پڑا ہے، ابھی بھی اٹھ اور محبوب کے التفات ستم کو اپنی جانب متوجہ کر۔

غزل نمبر۳

الٹی ہوگئیں . ت بیریں کچھ نہ دوا نے کام کیا
دیکھا اس بیماریِ دل نے آ٠ کام تمام کیا
عہد جوانی رو رو کاٹ پیری میں لیں آنکھیں مو٠
یعنی رات بہت تھے جاگے صبح ہوئی آرام کیا
٠حق ہم مجبوروں پ یہ تہمت ہے مختاری کی
چاہتے ہیں سو آپ کریں ہیں ہم کو عبث .٠م کیا
کس کا کعبہ، کیسا قبلہ، کون حرم ہے کیا احرام
کوچے کے اس کے .شندوں نے . کو یہیں سے سلام
کیا
یں کے سفید وسیہ میں ہم کو دخل جو ہے سو اتنا ہے
رات کو رو رو صبح کیا ۔ دن کو جوں توں شام کیا
میر کے دین ومذہب کو اب پوچھتے کیا ہو ان نے تو!
قشقہ کھینچا ، د ۔ میں بیٹھا ، . کا ت ک اسلام کیا

شعر نمبر(۱)

الٹی ہوگئیں . ت بیریں کچھ نہ دوا نے کام کیا
دیکھا اس بیماری دل نے آ٠ کام تمام کیا

تشریح: میر تقی میر کی ز٠ گی بہت ہی ت اور تنگی میں گذری، والد اور والدہ کے انتقال کے بعد جن لوگوں کی رفاقت ملی انہوں نے ظلم وستم کرنے سے حیا نہیں کی، میر کے دل پ جو چوٹیں پ ڑیں، ان کے زخم ہمیشہ میر کے دل پ ہرے رہے، ان مصا٠ . سے چھٹکارے کے لیے جتنے حیلے بھی میر نے کیے . بیکار گئے، اس لئے میر یہ کہنے پ مجبور

ہو گئے کہ ہمارا دل جس مرض میں مبتلا ہوا، اُس کے لیے ہر دوا کرڈالی لیکن جو بھی دوا کی ۔ بیر کی وہ ۔ الٹی ہو گئیں، کوئی دوا کام نہ آئی آ ۔ کا راسی دل کی بیماری نے ہمارا خاتمہ کردی ۔اس شعر کا مر ۔ ی خیال یہی ہے کہ ساری ز ۔ گی مصا ۔ سے جو جھتے اور ستم سہتے رہے۔

شعر نمبر (۲)

عہدِ جوانی رو رو کاٹ پیری میں لیں آنکھیں مو
یعنی رات بہت تھے جاگے صبح ہوئی آرام کیا

مشکل الفاظ:

عہدِ جوانی	=	جوانی کا زمانہ
پیری	=	بڑھاپ
آنکھیں مو	=	مرجا
رات	=	یہاں مراد، جوانی کی تلخیاں، جو رات کی طرح سیاہ تھیں
صبح	=	یہاں مراد، موت ہے، جس کی وجہ سے ز ۔ گی کی تلخیوں سے چھٹکارا، صبح سے کنایہ ہے آرام کا۔

تشریح: شباب کے زمانے میں جس وقت عیش و آرام کا دور ہو ہے، ایسے عالم میں ہم نے ز ۔ گی ستم، تکلیف، تنگی، ت میں گذاری اور محبت کے لئے ستے رہے، یہاں جوانی آ بہاتے کٹی، اور ۔ بوڑھے ہوئے تو اسی ظلم و ستم میں آنکھیں بند کرلیں یعنی مر گئے، جوانی ہماری سیاہ رات تھی اور موت صبح کی طرح آئی، رات کی تلخیوں سے ت دلا کر آرام دلای ۔اس شعر میں میر نے اپنی تباہ حال ز ۔ گی کو بیان کرنے کے لئے مبالغہ سے کام لے کر ز ۔ گی کی شدت کو پیش کیا ہے۔ شعر میں لف و مرت ۔ کی صنعت کو ۔ تتے ہوئے عہد جوانی کو ''رات'' اور پیری یعنی موت کو ''صبح'' سے تعبیر کیا ہے۔

شعرنمبر(۳)

٠حق ہم مجبوروں پہ یہ تہمت ہے مختاری کی
چاہتے ہیں سو آپ کریں ہیں ہم کو عبث . ٠م کیا

مشکل الفاظ:

٠حق	=	بلاوجہ
تہمت	=	الزام
مختاری	=	اختیار
عبث	=	بےکار
. ٠م	=	رسوا

تشریح: مخلوق کی ز ۔ گی کی تجر . ت اور خالق ومخلوق کے مشاہدات سے اس نتیجے پہ پہنچتے ہیں کہ ٠ انے ایہ طرف ہمیں مختار کہا ہے لیکن اس مخلوق کو خود اپنی مرضی سے کچھ بھی کرنے کا اختیار نہیں، نہ تو ز ۔ گی اس کے ہاتھ میں ہے اور نہ ہی موت اس کے قبضے میں، نہ امیری اس کی مرضی پہ اور نہ ہی مفلسی کا چارہ اس کی قدرت میں، نہ محبت کرنے کا اختیار اس کے بس میں اور نہ ہی ت کرنے کا . بہ اس کی دسترس میں، یہ . کچھ تو ٠ انے اپنی مرضی اور اختیار میں رکھا ہے، ا ن تو مجبور محض ٹھہرا، بلاوجہ مختاری کا الزام ا ن کے سر پہ رکھ کر اسے رسوا کیا ہے۔ جو چاہتا ہے ٠ ا خود ہی کرتا ہے، اس ا ن کو تو صرف عذاب کے لئے د میں بھیج دیا ہے۔

شعرنمبر(۴)

کس کا کعبہ، کیسا قبلہ، کون حرم ہے کیا احرام
کوچے کے اس کے . شندوں نے . کو یہیں سے سلام کیا

مشکل الفاظ:

کعبہ = وہ گھر جسے ا . اہیم علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے جبر علیہ السلام کی

ہی کے مطابق مکہ میں تعمیر کیا۔

قبلہ = جس کی طرف مسلمان رُخ کرکے نماز پڑھتے ہیں

حرم = خانہ کعبہ کی مسجد

احرام = وہ کپڑا جس کو مسلمان پہن کر حج اور عمرہ کرتے ہیں یہ الفاظ علامت کے طور پر برتے گئے ہیں۔

تشریح: اس شعر میں میر یہ کہنا چاہتے ہیں کہ، ہم نے ہر طرح کے آدمی کو دیکھا ہے، زاہدوں سے بھی سامنا ہوا، حاجیوں سے بھی ملنے کا شرف حاصل ہوا ہے، حرم کی حرمت بیان کرنے والوں کو بھی دیکھا ہے، لیکن سارے کے سارے اخلاقی خوبیوں سے عاری نظر آئے، مذہب کی دی ہوئی تعلیم پر کوئی عمل کرتا نظر نہیں آیا، بس زبان سے کہنے میں یہ تعلیمات اچھی معلوم ہوتی ہیں عملی اعتبار سے ان کے قریب کوئی بھی نہیں جاتا، میر "یہیں سے سلام کیا" کی ترکیب کو برت کر تیکھے انداز کا طنز کرتے ہیں۔

شعر نمبر (۵)

یاں کے سفید و سیہ میں ہم کو دخل جو ہے سو اتنا ہے
رات کو رو رو صبح کیا یا دن کو جوں توں شام کیا

مشکل الفاظ:

یاں = یہاں، دنیا

سفید و سیہ = روز و شب، اچھا، برا

دخل = اختیار

جوں، توں = جیسا، تیسا

تشریح: میر انسان کے اختیار کو بتا رہے ہیں کہ اس جہان میں ہمارا اختیار بس اتنا ہے کہ ہماری زندگی جیسے بھی روز و شب ہوں، آرام کے یا مصائب کے، یا درد الم کی سیاہ رات آنسو بہاتے بہاتے کاٹے وہیں یا دن کو آہ بکا کرکے

شام تک پہنچاتے ہیں یعنی ہماری زندگی صرف عذاب ہے۔

شعرنمبر(٦)

میر کے دین و مذہب کواب پوچھتے کیا ہو ان نے تو!
قشقہ کھینچا ، دیر میں بیٹھا ، کب کا ترک اسلام کیا

مشکل الفاظ:

قشقہ = تِلک ،ٹیکا،صندل وغیرہ کا نشان جو ہندو ماتھے پر لگاتے ہیں۔اس سے مراد گنگا جمنی تہذیب کا اشتراک ہے۔

تشریح: اس شعر کے دو مطلب ہو سکتے ہیں،اول طنزیہ،دوم میر کا اپنا مشرب طنز اس معنی کر کہ جو لوگ دین و مذہب کی باتیں کرتے ہیں ان کا اپنا عمل تو ایسا ہے کہ وہ عمل کیا کرتے بلکہ تلک لگا کر دیر میں بیٹھ چکے ہیں عملی اسلام کو تو وہ کب کا چھوڑ چکے ہیں۔معنی دوم یہ ہے کہ میر مذاہب کی دوریوں کو پسند نہیں کرتے بلکہ ہندو مسلم تہذیب کو ایک کر ہم نے ایک کر دیا ہے۔یہ اسلامی تہذیب کو ہم ہندوستانی تہذیب میں رنگ دیا ہے۔صرف خالص اسلامی تہذیب ہم میں باقی نہیں ہے۔

غزل نمبر۴

جس سر کو غرور آج ہے یں تجوری کا
کل اس پہ یہیں شور ہے پھر نو ی کا
آفاق کی منزل سے ی کون سلامت
اسباب لُٹا راہ میں یں ہر سفری کا
ز اں میں بھی شورش نہ گئی اپنے جنوں کی
اب سنگ مداوا ہے اس آشفتہ سری کا

ہر زخم جگر داور محشر سے ہمارا
ا ف طلب ہے تیری بیداد ی کا
ٹ میر جگر سوختہ کی جلد خبر لے
کیا یر بھروسہ ہے پ اغ سحری کا

....

شعر نمبر(۱)

جس سر کو غرور آج ہے یں تجوری کا
کل اس پہ یہیں شور ہے پھر نو ی کا

مشکل الفاظ:

غرور = گھمنڈ
تجوری = تج ر والا، دشاہ،صا اقتدار
نو ی = ماتم

تشریح: میرا خلاقی پہلو کو اُجاَ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ زمانہ کے تغیرات ہمیشہ جاری ہیں، یہ د کسی ا ِ کے پ س رہنے والی نہیں ہے، اس جہاں میں جس کو اقتدار ِ دشاہت حاصل ہوئی اور وہ غرور کے میں چور ہوا، وہ سمجھتا تھا کہ یہ اقتدار، دشاہت، مستی، یہ عیش ہمیشہ میرے ہی پ س ہے اس کا سر غرور سے میں چور تھا، لیکن پھر قدرت کا م الگ ہے کہ ہر گھمنڈ و غرور والے کے سر پ پھر یہاں ماتم بھی ہو ت ہے اور اس کا کچھ خاک میں مل جا ت ہے۔

شعر نمبر (۲)

آفاق کی منزل سے َ کون سلامت
اسباب لُٹا راہ میں ِں ہر سفری کا

مشکل الفاظ:

آفاق = افق کی جمع مراد دی د
سفری = ا ن، مرادا ن د میں مقیم نہیں مسافر ہے
اسباب = کی جمع، مراد، ا ن کے مال ودو ت ، رشتہ دار و احباب، جان و صحبت وغیرہ ہے

تشریح: یہ ا ِ حقیقت ہے کہ د میں جو بھی آ ِ ہے وہ مقیم نہیں بلکہ مسافر ہے کیوں کہ اس کو یہاں رہنا نہیں۔ ا ن کی اولاً روح تخلیق کی گئی پھر ا ِ مدتِ دراز کے بعد پ کی پشت سے ہو ت ہوا ماں کے شکم میں آ ِ، وہاں سے د میں مختلف منزلوں، بچپن، جوانی اور بوڑھاپ سے گذرا، یہ سفر موت کے بعد بھی محشر ت اس کا جاری رہے گا لیکن ہر وہ کوئی جود میں آ ِ تو اس جہاں میں اس کا کوئی سامان سلامت نہیں رہتا۔ نہ ماں و پ، نہ آل و اولاد، نہ رشتہ و احباب، نہ مال ودو ت ، نہ اقتدار و حیثیت نہ آنکھوں کی خوشحالی، نہ ہڈیوں کا رس، نہ ن کی ت زگی۔ غرض ہر سامان اس مسافر کا اس منزل پ ٹ جا ت ہے۔

شعرنمبر(۳)

زنداں میں بھی شورش نہ گئی اپنے جنوں کی
اب سنگ مداوا ہے اس آشفتہ سری کا

مشکل الفاظ:

زنداں = قیدخانہ
شورش = فساد
جنوں = دیوانہ پن
سنگ = پتھر
مداوا = علاج
آشفتہ سری = بدماغی، پاگل پن، سودا

تشریح: میر کا کہنا ہے کہ ہمارا جنون، پاگل پن کا حال یہ ہے کہ ہمارے مہربانوں نے پہلے ہمیں نارمل طور پر رکھا، ہمارا جنون نہ گیا، ہم قید کھانے میں رکھے گئے تو بھی اس کی دوا نہیں اب ہمارے اس پاگل پن، جنون اور سوائی پن کا علاج صرف پتھر ہے، کہیں اس کے ساتھ ہی ٹکرا یا جائے تو ہوسکتا ہے یہ آشفتہ سری دور ہو سکے۔

شعرنمبر(۴)

ہر زخمِ جگر داور محشر سے ہمارا
انصاف طلب ہے تیری بیدادگری کا

مشکل الفاظ:

زخم جگر = جگر کا گھاؤ، مراد غم والم
داور محشر = محشر میں انصاف کرنے والا، حاکم
بیدادگری = ناانصافی کرنا

تشریح: ہمیں اتنے دکھ،غم ،محرومیاں اور ظلم وستم ملے ہیں جن سے ہمارے جگر میں گھاؤ پڑے ہیں، قیامت کے دن ا ف کرنے والے حاکم سے ہمارا ہر زخم جگر اس سے ا ف مانگے گا جو اس نے جگر پ زخم لگائے ہیں اس کی ا فی کا۔

شعر نمبر(۵)

ٹ میر جگر سوختہ کی جلد خبر لے
کیا ر بھروسہ ہے پ اغ سحری کا

مشکل الفاظ:

ٹ = ذرا

جگر سوختہ = جلا ہوا کلیجہ، کلیجہ پھُنکا ہوا

پ اغ سحری = بجھتا ہوا پ اغ، بُڑھا پ ،ضعیف،قری . المرگ

تشریح: اے میر ذرا اپنے بھنے ہوئے کلیجہ کا بھی خیال رکھو، یہ ٹھیک ہے کہ زخم بہت کھا ہیں تو نے ،غم والم کی . سات ہے تم پ لیکن اتنا ز ی دہ بھی دل پ نہ لو، ورنہ کچھ معلوم نہیں کہ . یہ جان چلی جائے، پ اغ سحری بجھ جائے۔

غزل ۵

سیر کے قابل ہے دل صد پ رہ اس نخچیر کا
جس کے ہرٹکڑے میں ہو پیو ت پیکاں تیر کا
۔ کھلا .غ جہاں الاّ وہ حیران وخفا
جس کو دل سمجھے تھے ہم سو غنچہ تھا تصو ِ کا
کیو ش ازل نے نقش ا.و کا کیا
کام ہے اک تیرے منہ پ کھینچنا شمشیر کا
رہ َ ٔر سیل حوادث کا ہے بے ٔید دہر
اس ٔ ابے میں نہ کر فکر تم تعمیر کا
کس طرح سے مانیے ِ روکہ یہ عاشق نہیں
ر َ اُڑجا ت ہے ٹ چہرہ تو دیکھو میر کا

....

شعرنمبر(۱)

سیر کے قابل ہے دل صد پ رہ اس نخچیر کا
جس کے ہرٹکڑے میں ہو پیو ت پیکاں تیر کا

مشکل الفاظ:

دل صد پ رہ	=	دل کے سوٹکڑے ہو۔ یعنی چور چور ہو۔ نہا ِ یغمگین بے چین، غموں اور دردوں سے بھرا ہوا
نخچیر	=	شکارگاہ، شکار، صید
پیکاں	=	تیر۔ چھی کی آنی
پیو ت	=	َ ٹ ھ جا۔

تشریح: غزل کا مطلع نہای۔ درد کے اظہار سے شروع ہوا ہے، میر کا کہنا ہے کہ اے سیاحی کرنے والو، تفریح اور شکار سے دل بہلانے والو، آ َ تمہیں سیر کرنی ہے تو ایسے دل کا حال دیکھو جس کے شکار گاہ یعنی دل میں سینکڑوں ٹکڑے ڑے ہیں، جس دل کے ہر ٹکڑے میں تیر کی آنی پیو ۔ ہوئی ہے، اس شعر میں درد کی شدت انتہا کو پہنچی ہوئی ہے۔

شعر نمبر (۲)

. کھلا . غ جہاں الّا وہ حیران وخفا
جس کو دل سمجھے تھے ہم سو غنچہ تھا تصو ۔ کا

مشکل الفاظ:

. غ کھلا = . غ میں ہر ۔ لی ہو۔ ، موسم بہار کا منظر
الّا = سوا
حیراں = حیرت زدہ
خفا = ۔ راض
غنچہ = کلی، گل ۔ شگفتہ

تشریح: میر کہتے ہیں کہ ہماری ہرے بھرے کھلے ہوئے . غ ۔ ڑی اور وہ . غ د تھا لیکن اُس کے . وجود وہاں کے . شندے حیرت زدہ بھی اور ۔ راض یعنی تنگ بھی تھے۔ ہم یہ سمجھ رہے تھے جیسی د سجی ہوئی ہے ہمارا دل بھی ویسا ہی ہرا بھرا ہوگا، لیکن . . اُس میں غور کیا تو ہم ۔ یہ کھلا کہ یہ گل ۔ شگفتہ کی تصو ۔ ہے۔ اس کی حقیقت کچھ بھی نہیں۔

شعر نمبر (۳)

کیو ش ازل نے نقش ا. و کا کیا
کام ہے اک تیرے منہ ۔ کھینچنا شمشیر کا

مشکل الفاظ:

ش ازل = ازل سے نقش بنانے والا، یعنی ۔ اجو گو ۔ گوں مخلوقات کے نقش خلق

کرتے ہے۔

نقشِ ا. و = بھوں، یعنی آنکھوں کے او پ ہلالی شکل کے . ل

شمشیر = تلوار، تیغ

تشریح: اس شعر میں میر، حسنِ تعلیل کے ذریعہ ا ی حسین اور پ کیف معنی پیدا کر رہے ہیں کہ ش ازل یعنی ٠ اتعالیٰ خالق نے ازل سے ہی شی کے حسین مرقع تیار کیے ہیں انہیں ش میں ا ی محبوب کا نقش ا. و ہے، اور اس کے پیدا کرنے کی وجہ یہ ہے کہ آنکھوں کے او پ یہ ہلالی شکل کا نقش صرف نقش نہیں بلکہ محبوب کے منہ پ یہ شمشیر کھینچے رکھی ہے، جس سے محبوب عاشقوں کو گھائل کر سکیں۔

شعر نمبر (۴)

رہ َ ٠ ر سیل حوادث کا ہے بے ٠ٖ د دہر
اس ٠ ابے میں نہ کر فکر تم تعمیر کا

مشکل الفاظ:

راہَ ٠ ر = راستہ

سیل حوادث = حادثوں کا سیلاب، مصا ٔ . کی کثرت

بے ٠ٖ د دہر = بے ٠ٖ د زمانہ، بے حقیقت د ، جو دا نہ ہو۔

تشریح: اس شعر میں کہا َ ی ہے کہ یہ د بے اصل ہے فنا ہونے والی ہے یہاں صرف مصا ٔ . دُکھ درد کے سیلاب کے بہنے کی جگہ ہے، لہٰذا ایسے ٠ ابے میں تعمیر و محلات کے بنانے کی فکر بے معنی ہے یہاں کسی کو بھی کچھ معلوم نہیں کہ . سارا سامان چھوڑ کر اگلی منزل کی طرف .ڑھنا پ ڑھے گا اسی لئے ا ی دوسرے مقام پ میر نے کہا ہے۔

ہستی اپنی حباب کی سی ہے
یہ ئش سراب کی سی ہے

شعرنمبر(۵)

کس طرح سے مانیے یـ رو کہ یہ عاشق نہیں
رَ اُڑجا ـ ہے ٹ چہرہ تو دیکھو میر کا

مشکل الفاظ:

رَ اڑجا ـ = یہ محاورہ ہے، حیران ہو ـ ، پ یشان ہو ـ ،اداس ہو ـ ، خوف زدہ ہو ـ ،سودائی

تشریح: میرخودکوعشق کے جہاں میں ڈوبے ہونے کو''رَ اُڑجا ـ ہے، چہرہ تو دیکھو میرکا'' سے ثـ ـ کر ـ چاہتے ہیں کہ ایـ عاشق کا حال یہ ہو ـ ہے، محبت وعشق میں وہ اس قدر غرق ہو کہ وہ دیوانہ لگے پـ گل لگے، سودائی معلوم ہو، جگر منہ کو آئے، اے یـ رو یہ سارے حالات تو میر کے چہرے سے ہی ظاہر ہیں، کہ اس کے دردوغم کا اـ ازا اس کے چہرے سے ہی ہوجا ـ ہے، اس کا چہرا ایسا ہے کہ دیکھ کر ہمارا رَ اُڑجا ـ ہے، خوف لگنے لگتا ہے۔ اس کی دیوانگی تو چہرے سے ٹپکتی ہے تو یـ رو میں میر کو عاشق کیسے نہ مانوں۔

سبق۲

غزل ۶

رَ اڑ چمن میں گلوں کا تو کیا نسیم
ہم کو تو روزگار نے بے .ل و.پ کیا
.فع جو تھیں مزاج کو اوّل سو عشق میں
آ انہیں دواؤں نے ہم کو ضرر کیا
کیا جانوں .م عیش کہ ساقی کی چشم دیکھ
میں صحبتِ شراب سے آگے سفر کیا
جس دم کہ تیغ عشق کھینچی بوالہوس کہاں
سن لیجئے کہ ہم ہی نے سینہ سپر کیا
وہ دشتِ خوفناک رہا ہے مرا وطن
سن کر جسے خضر نے سفر سے .ر کیا

.....

شعر نمبر(۱)

رَ اڑ چمن میں گلوں کا تو کیا نسیم
ہم کو تو روزگار نے بے .ل و.پ کیا

مشکل الفاظ:

چمن = پھولوں کا .غ
گلوں = گل کی جمع، پھول

نسیم = ٭م ولطیف صبح کی ہوا

روزگار = زمت،آب ودا٭ کی فکر

بے ۔ل و ۔پ = بنا ۔ل و ۔پ کے،مراد،د وی ۔ قیوں کی ساری راہیں مسدود ہوجا٭

تشریح: اس غزل کے مطلع میں میر نے کہا ہے کہ اے ۔ دِصبح، ۔ دِلطیف چمن میں پھولوں ۔پ ٭اں آ چکی ہے، چمن کا حال، ۔ حال ہے، یعنی پورے ملک میں غیر ملکی شورشوں سے ہر شخص مفلسی کا شکار ہےاور ہمارا تو حال اتنا تباہ حال کہ ہماری تو عزت وآ۔ واور ۔ قی ہی داؤ ۔پ لگی ہے یعنی ہم بے ۔ل و ۔پ ہو چکے ہیں ۔ قی کی ساری راہیں اور امیدیں مسدود ہو چکی ہیں۔

شعر نمبر(۲)

٭فع جو تھیں مزاج کو اوّل سو عشق میں
آ٭ انہیں دواؤں نے ہم کو ضرر کیا

مشکل الفاظ:

٭فع = فا٭ ہ مند، نفع دینے والا

ضرر = نقصان

تشریح: اس شعر کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں محبت اور عشق کا مزاج کا راس نہیں آ ۔، ابتدائے عشق میں جو ہمارے مزاج کو دوا نفع بخش تھیں، وہی اب ہمارے لئے نقصان دے ۔ث ۔ ہو ہیں، جن کی وجہ سے جان سے ہاتھ دھو٭ ۔ڑ رہا ہے۔

شعر نمبر(۳)

کیا جانوں ۔٭م عیش کہ ساقی کی چشم دیکھ
میں صحبتِ شراب سے آگے سفر کیا

مشکل الفاظ:

.زم عیش = خوشی اور مستی کی محفل

ساقی = پلانے والا، مراد محبوب

صحبتِ شراب = شراب کی مصا ۔ ت/ ساتھ، مراد چشم محبوب کی توجہ

تشریح: اس شعر میں کہا َ ی ہے کہ .زم محبوب میں محبوب کی نشیلی آ کی توجہ سے میں سفر میں آ گے نکل َ ی ، یعنی محبوب کے سے اپنے کے ملنے کی دیتھی جوں ہی نشیلے کی صحبت حاصل ہوئی تو میں ظاہری پ دوں سے آ گے نکل کر اسرار و رموز سے واقف ہو َ ی ۔

شعر نمبر (۴)

جس دم کہ تیغ عشق کھینچی بوالہوس کہاں
سن لیجئے کہ ہم ہی نے سینہ سپر کیا

مشکل الفاظ:

دم = وقت

تیغ عشق = عشق کی تلوار

بوالہوس = ہوس والا

سینہ سپر = ی کو ڈھال بنا

تشریح: میر کہہ رہے ہیں کہ رقیب کا بھی عجیب حال ہے کہ نفسانی خواہش کا غلام ہو ہے لالچی ہو ہے، یہ بوالہوس پہلے تو محبت کے دعوے کر رہا لیکن جس وقت تیغ عشق کھینچی گئی، عشق پ قر.ن ہونے کا وقت آ ی تو کسی بوالہوس کی ہمت نہیں پ ی کے وہ تیغ عشق کے سامنے آ سکے آ ہم ہی عشق پہ قر.ن ہونے کے لئے آ گے . ھنے ہمیں نے اپنے ی کو ڈھال بنا ی ۔ مطلب یہ ہوا کہ نفسانی خواہش کا غلام عشق نہیں کرسکتا یہ بوجھ وہی اٹھا سکتا ہے جو پ کیزہ عشق کا مزاج ر ہو۔

شعرنمبر(۵)

وہ دشتِ خوفناک رہاہے مرا وطن
سن کر جسے خضر نے سفر سے ٘ ر کیا

مشکل الفاظ:

دٗ تِ خوفناک	=	خوف زدہ صحرا، جنگل، ٘ ابہ
خضر	=	اِ اللہ کاایسا بندہ جوصحرانوردی پ مامور ہے،اور ٘ اکے خاص بندوں کی ٘ ۔ ٘ کرتے ہیں۔
٘ ر	=	بچنا،ارادہ ٘ ک کر ٘

تشریح: میر نے اس شعر میں اپنی حوصلہ مندی کو جتا ٘ ہے کہ ہماراوطن ایسا دٗ ت ٘ ک تھا،ایسا ٘ ابہ تھا جہاں ہم رہے، یعنی جتنے مصا ٘ درد، دکھ،غم محرومیاں دشمنیاں ہم نے دیکھیں ہیں وہ کسی کے حصے میں نہیں آ ، ہم تو اتنے تنہا ہو گئے کہ وہ دٗ تِ خوفناک سے کم نہیں کہ جہاں خضر (علیہ السلام) جیسے مردِ ٘ اصحرانوردی کرنے والے بھی سفر کرنے سے بچتے ہیں۔اس شعر میں میر نے اِ تلمیح کے ذریعہ اپنے وطن اور گھر کی خوفنا کی کی شدت کو پیش کیا ہے۔

غزل ۷

ہاتھ سے تیرے اَ میں ٠تواں مارا ؔ یٔ
. کہیں گے یہ کہ کیا؟ ایٔ جاں مارا ؔیٔ
اک سے بیش کچھ نقصان نہ آیٔ اس کے تیئں
اور میں بے چارہ تو اے مہر.ں مارا ؔیٔ
وصل وہجراں سے جو دو منزل ہیں راہ عشق کی
دل غریٔ. ان میں ٠ا جانے کہاں مارا ؔیٔ
جس نے سر کھینچا دیٔرِ عشق میں اے بو الہوس
وہ سراپٔ آرزو آ٠ جواں مارا ؔیٔ

....

شعرنمبر(۱)

ہاتھ سے تیرے اَ میں ٠تواں مارا ؔیٔ
. کہیں گے یہ کہ کیا؟ ایٔ جاں مارا ؔیٔ

مشکل الفاظ:

٠تواں = کمزور،ضعیف
جاں = ادھ مرا

تشریح: غزل کے مطلع میں کہاؔ یٔ ہے کہ اے ظالم محبوب اَ میں تیرے ہاتھوں مارا جا٠ ہوں تو کوئی تیری بہادری نہیں مانے گا بلکہ اس کے. عکس تجھے سارے. ٠دل کہیں گے کیوں کہ تو نے کسی بہادر کو نہیں مارا بلکہ ایٔ ایسے مظلوم کو مارا ہے جو ادھ مرا، کمزورا ن ہے، اس میں تیرا کیا کمال ہے۔

شعرنمبر(۲)

اک سے بیش کچھ نقصان نہ آ۔ اس کے تئیں
اور میں بے چارہ تو اے مہر.ں مارا َ۔

تشریح: اس شعر میں کہا َ۔ ہے کہ محبوب کی نگاہِ قاتل ایسی تھی کہ اس نے اپنے طرف سے مہر.نی کی نگاہ ڈالی اور اس میں صرف اس کا نگاہ کرنے کے علاوہ تو کوئی نقصان نہ ہوا لیکن اس مہر.ں نگاہ سے میں بے چارہ مفت میں مارا َ۔، میرا تو . کچھ ختم ہو َ۔۔

شعر نمبر (۳)

وصل وہجراں سے جو دو منزل ہیں راہ عشق کی
دل غر۔. ان میں ۰ ا جانے کہاں مارا َ۔

مشکل الفاظ:

وصل = وصال، قات
ہجراں = . ائی،فراق
دل غر۔. = مسافر دل

تشریح: اس شعر میں وصل اور ہجراں کی دو منزلوں کو کس خوبی کے ساتھ بیان کیا َ۔ اس کو لفظ میں پیش کر. ممکن نہیں۔ اس شعر میں کہنا چاہتے ہیں کہ عشق کی راہ میں دو منزل ہیں ا۔ وصل اور دوسری ہجر، یہ دونوں ایسی ٹ ی ہیں کہ یہ مسافر دل ان دونوں مسافت کو طے کرتے کرتے مارا َ۔ اور کبھی ہجر کی منزل سے وصال منزل۔ مسافر نہیں پہنچ پ۔۔

شعر نمبر (۴)

جس نے سر کھینچا د۔رِعشق میں اے بو الہوس
وہ سراپ آرزو آ۰ جواں مارا َ۔

مشکل الفاظ:

د۔رِعشق = دار کی جمع، علاقہ، ملک، عشق کا علاقہ

سراپا آرزو = خواہشات سے پُر

تشریح: میراس شعر میں نفسانی خواہشوں کے غلام کومخاطب کر کے کہتے ہیں کہ بوالہوس لالچی عشق کرنا آسان نہیں، عشق خواہشوں کی تکمیل نہیں بلکہ جوعشق کے علاقے میں آئے ، وہ سراپا آرزو تو ہوتا ہے لیکن خواہشوں کا بھوکا نہیں بلکہ عشق میں اس جوان کی جان چلی جاتی ہے۔

غزل ۸

د ی وحرم سے َ ۰ رے اب دل ہے گھر ہمارا
ہے ختم اس آبلے پ سیر وسفر ہمارا
د و دین کی جا۰ میلان ہوتو کہئے
کیاجانئے کہ اس بن دل ہے کدھر ہمارا
جوں صبح اب کہاں ہے طول سخن سے فرصت
قصہ ہی کوئی دم کو ہے مختصر ہمارا
کوچے میں اس کے جاکر ۔۔ نہیں پھر آ۰
خوں ای دن َ ے گا اس خاک پ ہمارا

....

شعرنمبر(۱)

د ی وحرم سے َ ۰ رے اب دل ہے گھر ہمارا
ہے ختم اس آبلے پ سیر وسفر ہمارا

مشکل الفاظ:

د ی = ری کا عبادت خانہ، َ جا
حرم = مسلمانوں کا قبلہ، کعبہ شریف، یہ دونوں لفظ علامت کے طور پ تے گئے ہیں۔
آبلہ = چھالہ

تشریح: غزل کے مطلع میں میر کہتے ہیں کہ ہم نے دی سے لے کر حرم ۔ سفر کر ڈالے لیکن کہیں چین میسر نہ آی آ۰ دل میں ہی سمٹ کر اپنا گھر کر لیا، اپنی ذات کے خول میں ڈوب گئے، ا م کار دل کے آبلوں پ ہی اپنا سفر اور سیاحی ختم ہوئی۔

شعر نمبر (۲)

د   و دین کی جا.   میلان ہوتو کہئے

کیا جانئے کہ اس بن دل ہے کدھر ہمارا

تشریح: اس شعر میں کہتے ہیں کہ ہمارے دل کا بھی عجب حال ہے، اس کا میلان نہ تو د   کی طرف ہوت ہے اور نہ ہی دین کی جا.   نہیں معلوم کہ ان دونوں کے علاوہ اور کہاں اٹکا ہے۔

شعر نمبر (۳)

جوں صبح اب کہاں ہے طول سخن سے فرصت

قصہ ہی کوئی دم کو ہے مختصر ہمارا

مشکل الفاظ:

صبح = سو یا، مراد جوانی، شباب ہے

طول سخن = لمبی کہانی

کوئی دم = کچھ ہی د ی

تشریح: اس شعر میں کہا ی ہے کہ اب کہاں، شباب و جوانی ہے کہ لمبی کہانی کہنے کی فرصت ہو اب تو ہم عشق میں ایسی مات کھائے ہیں کہ نہای ت ہی کمزور ہو چکے ہیں۔ اب صرف چند ہی سا   ں کی مختصر کہانی ہے۔

شعر نمبر (۴)

کوچے میں اس کے جا کر ۔ نہیں پھر آ.

خوں ای   دن   ے گا اس خاک پ ہمارا

تشریح: میر غزل کے آ ی شعر میں عشق کی فرض شناسی سمجھا رہے ہیں، کہ محبوب کی گلی ی د ی ر میں جا کر پھر واپس لوٹنا نہیں بن پ ت ، ای   تو محبوب کے بنا جینا. ممکن ہے دوسرا فرض عشق کی توہین ہے، اب تو عاشق کا تقاضا یہ ہے کہ محبوب کی گلی کی خاک پ اپنا خون   اے، یہی عاشق کا سچا ایثار ہے۔

غزل ۹

غم رہا . . ت کہ دم میں دم رہا
دل کے جانے کا نہای ت غم رہا
حسن تھا تیرا بہت عالم فری .
خط کے آنے پ بھی اک عالم رہا
جامۂ احرام زاہد پ نہ جا
تھا حرم میں لیک ․محرم رہا
میرے رونے کی حقیقت جس میں تھی
ا ی مدت ت وہ کاغذ نم رہا
صبح پیری شام ہونے آئی میر
تو نہ چیتا ی ں بہت دن کم رہا

شعر نمبر(۱)

غم رہا . . ت کہ دم میں دم رہا
دل کے جانے کا نہای ت غم رہا

مشکل الفاظ:

دم = سانس، گھون ٹ ، لہو، وقت

تشریح: غزل کے مطلع میں میر کہتے ہیں کہ، . ت سانس میں سانس رہی . . ت . ن میں لہو رہا، ت غموں سے چھٹکارا نہ مل سکا۔ یہاں ت کہ دل غموں سے چور ہو گ ی ا، اور وہ بھی محبوب کے د ی ر میں چل بسا، اس کے غم نے بھی سر اٹھانے نہ د ی ۔

شعر نمبر(۲)

حسن تھا تیرا بہت عالم فریب
خط کے آنے پہ بھی اک عالم رہا

تشریح: اے محبوب تیرا حسن و جمال سارے جہاں کو موہ لینے والا تھا، دلکش تھا، تو جہاں سارا عالم فریب میں پھنسا ہوا تھا وہاں میں بچ سکتا تھا، یہاں تک کہ تیرا خط آنے پہ بھی میری حالت غیر تھی۔

شعر نمبر (۳)

جامۂ احرام زاہد پہ نہ جا
تھا حرم میں لیک محرم رہا

مشکل الفاظ:

جامۂ احرام = وہ لباس جو مسلمان پہن کر کعبہ کا طواف عمرہ یا حج کی سے کرتے ہیں۔
لیک = لیکن
محرم = بے خبر

تشریح: میر کہتے ہیں کہ زاہد نے احرام کا لباس پہنا ہوا ہے اور کعبہ کا طواف کر رہا ہے، یہ نہ سمجھ کے اس کے معرفت الٰہی حاصل ہوگئی ہے، اس کے حال پہ تو افسوس ہے کہ حرم میں پہنچ کر بھی بے خبر ہے معرفتِ الٰہی نہیں پا سکا، اس کی معرفت ظاہر داری سے نہیں بلکہ باطن کو آئینہ کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔

شعر نمبر (۴)

میرے رونے کی حقیقت جس میں تھی
ایک مدت تک وہ کاغذ نم رہا

تشریح: میر اپنا حال بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میرے رونے کی اصل حقیقت تک پہنچنا چاہتے ہو تو اس کاغذ کا حال جانو جس پہ میرا قصہ تحریر تھا، میں درد کا مارا روتا ہی رہا، میرے درد کی سکت کاغذ بھی نہ لا سکا اور ایک زمانے تک وہ نم رہا۔

شعرنمبر(۵)

صبح پیری شام ہونے آئی میر
تو نہ چیتیا یں بہت دن کم رہا

مشکل الفاظ:

صبح پیری = صبح گذری، مراد جوانی۔یۓ گئی یز گی کا آ ی دم آ پہنچا
چیتیا = کر ،معلوم کر ،دیکھنا
شام = دم آ ،موت

تشریح: اے میر جوانی نکل گئی موت آن پہنچی ہے، ز گی کی شام ہو آئی ہے، کیا تو نے دیکھا نہیں، غور نہیں کیا کہ کتنے کم دن تو جیا ہے۔ جو تو جیا ہے، کیا یہ بھی کوئی جینا ہے؟

غزل ۱۰

جو اس شور سے میر روتا رہے گا
تو ہمسایہ کاہے کو سوتا رہے گا
میں وہ رونے والا جہاں سے ہوں
جسے ا. ہرسال روتا رہے گا
مجھے کام رونے سے اکثر ہے ·صح
تو .تا مرے منہ کو دھوتا رہے گا
بس اے َ یہ آنکھیں تیری کیانہیں ہیں
جہاں کو کہاں تا ڈبوتا رہے گا
مرے دل نے وہ ·لہ پیداکیا ہے
.س کا بھی جو ہوش کھوتا رہے گا
بس اے میر مژگاں سے پونچھ آ وں کو
تو .تا یہ موتی پوتا رہے گا

.....

شعرنمبر(۱)

جو اس شور سے میر روتا رہے گا
تو ہمسایہ کاہے کو سوتا رہے گا

مشکل الفاظ:

شور = بلندآواز

ہمسایہ = پڑوسی

تشریح: اے میر اتنی بلند آواز سے مت رو، اگر تو اتنی آواز سے روئے گا تو پڑوسی بھی سو نہیں پائے گا۔

شعر نمبر (۲)

میں وہ رونے والا جہاں سے چلا ہوں
جسے ابر ہر سال روتا رہے گا

تشریح: میر ساری زندگی غم زدہ رہے ہیں، ان کی شاعری کا بیشتر حصہ اس مضمون پر مشتمل ہے جس میں وہ اپنے غم، دُکھ، ظلم و ستم کو آنسوؤں کے پردے میں پیش کرتے ہیں، اسی کا تسلسل اس غزل میں بھی موجود ہے، میر کہتے ہیں کہ میں دنیا میں ایسا رونے والا گذرا ہوں کہ اگر ہر سال ابر روتا رہے تو بھی میر کے رونے کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ اس شعر میں صنعت مبالغہ کو برت کر میر نے اپنے درد کی شدت کا احساس دلایا ہے۔

شعر نمبر (۳)

مجھے کام رونے سے اکثر ہے ناصح
تو کب تک مرے منہ کو دھوتا رہے گا

تشریح: اس شعر میں میر کے اس اسلوب کے مطابق ناصح صرف نصیحت نہیں کرتا کہ نہ رو بلکہ ہمدردی کا مظاہرہ کرتا ہے، بار بار میر کے آنسو صاف کرتا ہے، لیکن میر ناصح سے کہتے ہیں کہ تو کتنی بار میرے منہ کو دھوتا رہے گا میرے درد اتنے ہیں کہ یہ آنسو بند ہونے والے نہیں۔ لہٰذا تو بھی بار بار زحمت نہ اٹھا۔

شعر نمبر (۴)

بس اے گریہ آنکھیں تیری کیا نہیں ہیں
جہاں کو کہاں تک ڈبوتا رہے گا

تشریح: اس شعر میں میر گریہ کو انسانی تلازمہ دے کر مجسم بنا کر اُس سے مخاطب ہیں کہ گریہ کیا تیری آنکھیں نہیں تو دیکھ نہیں رہا کہ تو اتنا بہہ رہا ہے کہ پورے جہاں کو ڈبو دیا ہے جو کچھ تھوڑا رہ گیا ہے اس کو تو ڈوبنے سے بچالے۔ اس شعر

میں مبالغہ سے کام لیاگیا ہے، تاکہ ہمدردی کی شدت کا احساس ہو سکے۔

شعر نمبر(۵)

مرے دل نے وہ نالہ پیدا کیا ہے
جرس کا بھی جو ہوش کھوتا رہے گا

مشکل الفاظ:

نالہ = فریاد
جرس = گھڑیال، گھنٹہ

تشریح: میری فریاد اس قدر اونچی اور تند ہو گئی ہے کہ جس کی آواز حالانکہ بڑی بلند ہوتی ہے جو کوچ کا نقارہ بجاتی ہے اس کے باوجود میرے نالہ کو سن کر وہ بھی آپے سے باہر ہو چکی ہے یہاں تک کہ جرس بھی ہمیشہ بے ہوش ہوتا رہے گا۔

شعر نمبر(۶)

بس اے میر مژگاں سے پونچھ آنسوؤں کو
تو کب تک یہ موتی پروتا رہے گا

مشکل الفاظ:

مژگاہ = مژہ کی جمع پلک
موتی پرونا = مراد قیمتی پانی، آنسو

تشریح: آنسو شعر میں خود کلامی کے اسلوب میں میر خود کو سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اے میر اب رونا بند کرو پلکوں سے آنسو پونچھ ڈالو، آنسو رو رو کر یہ قیمتی پانی، جو موتیوں سے گراں قدر ہے، کب تک بہا کر بدحال ہوتا رہے گا۔

سبق۳

غزل ۱۱

ہر آن تھی سرگوشی ۔ .ت نہیں گاہے
اوقات ہے اک یہ بھی اک وہ بھی زما٘ تھا
پامالی عزیزوں کی ر٘ تھی میں ٹ
اتنا بھی تمہیں آ کر ۔ں سر نہ اٹھا٘ تھا
اک محو تماشا ہیں اک َ م ہیں قصے کے
۔ں آج جو کچھ دیکھا سو کل وہ فسا٘ تھا
کیونکر گلی سے اس کی میں اٹھ کر جا۔
۔ں خاک میں ملنا تھا لوہو میں نہا٘ تھا
کیا صورتیں بگڑی ہیں مشتاقوں کی ہجراں میں
اس چہرے کو اے خالق ایسا نہ بنا٘ تھا
مت سہل ہمیں سمجھو پہنچے تھے بہم ۔ ہم
.سوں تیئں َ دوں نے خاک کو چھا٘ تھا
کہتا تھا کسو سے کچھ تھا کسی کا منہ
کل میر کھڑا تھا ۔ں سچ ہے کہ دوا٘ تھا

....

شعرنمبر(۱)

ہر آن تھی سرگوشی ۔ .ت نہیں گاہے
اوقات ہے اک یہ بھی اک وہ بھی زما· تھا

مشکل الفاظ:

ہرآن = ہرلمحہ،ہروقت
سرگوشی = کان میں آہستہ راز داری سے .ت کر·
گاہے = کبھی
اوقات = حیثیت،درجہ،حا ۔

تشریح: میر کی یہ غزل بنا مطلع کے ہے،اس شعر میں میر اپنے محبوب سے قر. ۔ کے تعلقات کو بھی پیش کرتے ہیں، پھر محبوب سے دوری کتنی ہوگئی اس حال کا بھی ذکر کر کے افسوس کرتے ہیں۔ا۔ وقت وہ تھا کہ محبوب سے ہمیں اتنی قر. ۔ حاصل تھی کہ محبوب کے ہم نشین ہوکر ہمراز بن کر سرگوشی میں گفتگو کیا کرتے تھے اور کبھی ایسا بھی وقت آن پہنچا کہ قر. ۔ تو قر. ۔ کیا کبھی .ت۔ نہیں ہوتی،ا۔ وقت میں ہماری کیسی قدر دانی تھی اورا۔ آج ہم کس حیثیت کو پہنچ چکے ہیں''اوقات ہےاک یہ بھی ا۔ وہ بھی زما· تھا''

شعرنمبر(۲)

پامالی عزیزوں کی ر· تھی میں ٹ
اتنا بھی تمہیں آکر یں سر نہ اٹھا· تھا

مشکل الفاظ:

پامالی = . .دی
عزیز = پیارا،اپنا
ٹ = ذرا

تشریح: اس شعر میں کہا ی ہے کہ اے میر تم اس د میں تو آئے لیکن اتنے اپنی ذات میں ڈوب گئے کہ سر اٹھا کر کسی کو دیکھا ی بھی نہیں، کم از کم اپنے پیاروں، عزیزوں کی ۔ دی پر تو ذرا ر چاہئے تھی۔

شعر نمبر (۳)

اک محو تماشا ہیں اک م ہیں قصے کے
یں آج جو کچھ دیکھا سو کل وہ فسان تھا

مشکل الفاظ:

محو تماشا	=	کھیل کو دی دل بہلانے میں گم
م ہیں قصے	=	کہانی کہنے میں مصروف
فسان	=	فرضی بات، کہانی

تشریح: ہمارا حال ۔ د ہے لیکن بعض لوگ ایسے ہیں جو ہماری ۔ دی کو تماشا بنائے ہوئے ہیں اور بعض ایسے ہیں جو ہماری ۔ دی کو مزے مزے لے کر کہانی کے طور پر بیان کرنے میں سر م ہیں۔ ہمارے یہاں جو آپ آج حقیقت کے طور پر دیکھ رہے ہیں یہ کبھی فرضی کہانی کے طور پر دل بہلانے کے لئے لوگ سنا کرتے تھے۔

شعر نمبر (۴)

کیونکر گلی سے اس کی میں اٹھ کر جات
یں خاک میں ملنا تھا لوہو میں نہان تھا

تشریح: اس شعر میں میر عشق کے تقاضے کا خیال ر ت ہوئے کہتے ہیں، ن صح مجھے کہتے ہیں کہ تو محبوب کی گلی میں کیوں ی، ا ی بھی تھا تو واپس لوٹ ہی آن چاہئے تھا، لیکن میں کہتا ہوں کہ میں کیوں کر اور کیسے محبوب کی گلی یا اس کے دیار سے واپس لوٹتا، میں واپس لوٹنے یا جان بچانے کے لئے نہیں آیا تھا، بلکہ میں تو محبوب کے کوچے کی خاک میں خود کو نے آیا ہوں، اس کے کوچے کی مٹی میں اپنے خون کو بہا کر نہانے آیا ہوں جو ای عاشق کا شیوہ ہوت ہے۔

شعرنمبر(۵)

کیا صورتیں بگڑی ہیں مشتاقوں کی ہجراں میں
اس چہرے کو اے خالق ایسا نہ بنا· تھا

مشکل الفاظ:

مشتاقوں	=	مشتاق کی جمع، چاہنے والا
ہجراں	=	. ائی، فراق
خالق	=	پیدا کرنے والا

تشریح: اس شعر میں میر· اسے مخاطب ہے، کہ خالق تو نے، اتنی حسین ٗ . کیوں بنا ، تو نے یہ پ ی چہرے ، پرُ جمال محبوب کو کیوں پیدا کیا، اَ تو ایسی تخلیق نہ کر· تو عاشقوں، چاہنے والوں کا حال ان کی . ائی کے . . . . دنہ ہو· ، جتنا تو نے محبوبوں کے چہرے حسین بنائے ہیں اتنے ہی چاہنے والوں کی صورتیں بے قاعدہ ہوگئیں ہیں بگڑ گئیں ہیں۔

شعرنمبر(۶)

مت سہل ہمیں سمجھو پہنچے تھے بہم · . ہم
. سوں تیئں َ دوں نے خاک کو چھا· تھا

مشکل الفاظ:

سہل	=	آسان، کم حیثیت، کم درجہ
بہم	=	مسلسل
. سوں	=	کئی سالوں
َ دوں	=	آسمانوں
خاک چھاننا	=	محاورہ، سخت محنت کر·

تشریح: اس شعر میں میرا ن کی حیثیت کو ظاہر کرتے ہیں کہ یہ کوئی عام مخلوق نہیں کہ .ڑی آسانی سے پیدا ہوگئی، ا ن :• پھر ہمارے مرتبے- پہنچنا یہ کوئی کھیل نہیں بلکہ ساتوں آسمانوں کی مسلسل . وجہد اور خاک چھاننے کے بعد یہ وجود میں آ ے ہے اور اس مرتبے پ پہنچا ہے جس پ ہم ہیں، ای دوسرے مقام میر اسی مضمون کو اس طرح ادا کرتے ہیں

مت سہل ہمیں جانو پھرت ہے فلک .سوں
ت. خاک کے پ دے سے ا ن • ت ہیں

شعر نمبر(۷)

کہتا تھا کسو سے کچھ تھا کسی کا منہ
کل میر کھڑا تھا ی ں سچ ہے کہ دوا• تھا

تشریح: آ • ی شعر میں میر اپنے سودائی پن، اپنے • اب اور ابتر حا ت کو بیان کرتے ہیں کہ کل ہی کی .ت ہے کہ میں کبھی کسی کو کچھ کہتا تھا، کبھی کسی کو عجیب طرح سے دیکھتا تھا میر کا حال عجیب سا تھا، سچ ہے کہ وہ دیوانہ بن کر کھڑا تھا۔ جس کو ہر کوئی پ گل سمجھتا تھا۔

غزل ۱۲

رہے ۔ حال صوفی حال کرتے د ۔ مجلس میں
مغنّی نے سنا مصرع جو میرے شعر حالی کا
بھر دیکھتا کوئی تو تم آنکھیں چھپا ۔ ۔
سماں اب ۔ د ہوگا ۔ تمھیں وہ خورد سالی کا
چمک ۔ قوت کی چلتی ہے اتنی د ۔ کا ہے کو
اچنبھا ہے ۔ زوں کو ان ہو ں کی لالی کا
دماغ اپنا تو اپنی فکر ہی میں ہوچکا یکسر
خیال اب کس کو ہے اے ہم نشیں ۔ زک خیالی کا

....

شعرنمبر(۱)

رہے ۔ حال صوفی حال کرتے د ۔ مجلس میں
مغنّی نے سنا مصرع جو میرے شعر حالی کا

مشکل الفاظ:

۔ حال	=	تباہ حال
صوفی حال	=	دیوانہ وار حا ۔ ، سادہ ز ۔ گی، ہوس سے خالی ز ۔ گی
مغنّی	=	گانے والا، گو ۔
شعرحالی	=	میری حا ۔ کا شعر

تشریح: اس شعر میں میر کہتے ہیں، میری حالتِ غیر پ جو کہا ہوا شعر تھا اُس کا مصرعہ۔ مغنّی نے سنا، تو کلیسائی مجلس میں صوفیانہ حا ۔ کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ میرے شعر حالی سے اس کی حا ۔ ہی۔ ہوگئی کہ وہ خود دیوانہ لگنے لگا۔

شعر نمبر(۲)

بھر دیکھتا کوئی تو تم آنکھیں چھپا ۔
سماں اب ۔د ہوگا ۔تمہیں وہ خورد سالی کا

مشکل الفاظ:

سماں = منظر
خوردسالی= کم سنی، بچپن

تشریح: میر محبوب کی کم سنی کی حیات کو ذکر کرتے ہوئے محبوب سے مخاطب ہیں، اے محبوب ہمیں تو تمہارہ وہ زمانہ ۔د ہے۔ تم ٹ ے۔ حیا، اور سر پ شرافت تھے، اَ کوئی تمہیں بھر کر دیکھ ۔ تھا تو تم آنکھیں چھپا ۔ تھے، لیکن اب تو تم اداؤں کی ئش میں مگن ہو، اب تم پینترے۔ ل۔ ل وار کرتے ہو، وہ بچپن کا منظر ۔د کروشا ۔ تمہیں وہ کم سنی کا زما۔ ۔د آجائے۔

شعر نمبر(۳)

چمک ۔ قوت کی چلتی ہے اتنی د ۔ کاہے کو
اچنبھا ہے ۔زوں کو ان ہو ں کی لالی کا

مشکل الفاظ:

۔قوت = جواہرات کی ا۔ قسم، قیمتی موتی
اچنبھا = عجوبہ

تشریح: شعر مذکور میں میر حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ ۔ز جو محبوب کے ہو ں کی لالی کے دھوکے میں آئے ہوئے ہیں ان پ تعجب ہے، حقیقت یہ ہے کہ یہ ۔ فر۔ ہے کیوں کہ ۔قوت کی چمک د ۔ نہیں چلتی

بلکہ کبھی پھیکی بھی پڑ جاتی ہے۔

شعر نمبر (۴)

دماغ اپنا تو اپنی فکر ہی میں ہوچکا یکسر
خیال اب کس کو ہے اے ہم نشیں ・زک خیالی کا

مشکل الفاظ:

یکسر = ・گہاں، ای سرے سے لے کر دوسرے سرے ت سارا کا سارا، ۔ لکل
ہم نشین = ہم جلیس، ساتھ ۔ی ・ والا
・زک خیال = ۔ ر ی اور・ زک خیال

تشریح: شعر مذکور میں کہا َ ی ہے کہ ۔ ۔ ہم اپنی فکر اور روزگار کی مصیبت میں پھنسے رہیں گے کچھ سوچنے کا موقعہ ہی نہیں ملے گا تو دماغ ۔ لکل بیکار ہو جائے گا، پھر کہاں سے ہم خیال کی ・・ اکتوں کی تلاش میں رہے گے ی بلند خیالی کی گتھیاں سلجھیں گی، یہاں تو اپنے ہی ۔ حال کو سدھارنے میں دماغ لگا رہے گا۔

غزل ۱۳

میر صا ۔ زمانہ ٔزک ہے
دونوں ہاتھوں سے تھا مئے دستار
سہل سی زندگی پہ کام کے تئیں
اپنے اُوپر نہ کیجئے دشوار
چار دن کا ہے مجہلہ یہ ۔
۔ سے رہئے سلوک ہی ٔ چار
واں جہاں خاک کے ۔ا۔ ہے
قدر ہفت آسمانِ ظلم وشعار
یہی درخواست پاس دل کی ہے
نہیں روزہ ز کچھ درکار

....

شعرنمبر(۱)

میر صا ۔ زمانہ ٔزک ہے
دونوں ہاتھوں سے تھا مئے دستار

تشریح: میراخلاقی پستی اورقدروں کی پائمالی کو بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ زمانہ ۔ڈا۔ ل َ ی ہے، بلند اخلاق لوگوں کی کمی ہوگئی، زمانے میں جس قسم کے افراد ہیں ان کوکسی کی عزت کا پاس ولحاظ نہیں رہا، کسی ۔ عزت اہل علم واہل فن کی قدر و قیمت ان کے پاس نہیں لہٰذا میر تم بھی اپنی پگڑی کی حفاظت کرو ۔ "دونوں ہاتھوں سے تھامیئے دستار" کا مصرعہ طنزیہ اسلوب لیے ہوئے ہے اورا نی قدروں کی حفاظت پر اصرار کرتا ہے۔

شعرنمبر(۲)

سہل سی زن گی پہ کام کے تیئں
اپنے اُوپ نہ کیجئے دشوار

تشریح:اس شعر میں کہا ی ہے،آسان زن گی کو اپنی قدرت سے زی دہ کاموں کو اپنے او ۔ ڈھا کر مشکل مت بنا یئے، یعنی ان ازے کے مطابق ہی کاموں کے ذمہ داری ی منا ۔ ہے۔

شعرنمبر(۳)

چار دن کا ہے مجہلہ یہ ۔
۔ سے ر ی سلوک ہی ن چار

مشکل الفاظ:

مجہلہ = گمنام،ا نہ پن
سلوک = رویہ،نیک ۔ ؤ
ن چار = مجبوراً

تشریح:شعر کا مطلب یہ ہے کہ یہ گمنام زن گی مختصر سی ہے،چار دن کی ۔ ت ہے اس میں کیا کسی قطع تعلق کرن ہے ۔ سے نیک سلوک کیجئے،اگ کسی تعلق ر ن کا جی نہیں بھی کرت ۔ بھی مجبور ہو کر سہی تعلق نہ توڑ یئے۔

شعرنمبر(۴)

واں جہاں خاک کے ۔ا ہے
قدر ہفت آسمانِ ظلم وشعار

مشکل الفاظ:

واں = وہاں
خاک کے ۔ا = کوئی قدر نہ ہون

ہفت آسمان = ساتوں آسمان، مراد سارا جہان

ظلم شعار = ظلم کرنے سے جانے جانے والا

تشریح: شعر مذکورہ کا مطلب یہ ہے کہ ہم ایسے جہان میں آن پہنچے ہیں جہاں عزت وآ. وکا کوئی تصور نہیں، جہاں فنکار کی قدر خاک کے. ا. بھی نہیں اس مقام پ اَ کچھا م ہے بھی تو وہ ظلم وستم ہی ہے ساتوں آسمان اپنے ظلم وستم سے پہچانے جاتے ہیں، یہاں تو آسمان وزمین والے دونوں ظلم کرنے پ معمور ہیں، یہاں کیا کسی کی قدر ہوگی۔

شعر نمبر(۵)

یہی درخوا ۔ پس دل کی ہے
نہیں روزہ ز کچھ درکار

تشریح: آ. شعر میں میر کہنا چاہتے ہیں کہ دل اب یہی عرض گذار ہے کہ. . اخلاقی قدروں کا کوئی لحاظ نہیں تو پھر زیں ادا کر. اور روزے رکھنا کسی کام کے نہیں، کیوں کہ اعمال تو حسن اخلاق کی تکمیل کے لئے ہیں۔

غزل ۱۴

ہم میں منہ ادھر کریں کیوں کر
اور نیچی کریں کیوں کر
یوں بھی مشکل ہے ووں بھی مشکل ہے
سر جھکائے ر کریں کیوں کر
مہ فلک پہ ہے وہ زمیں پہ آہ
ان کو زیوز کریں کیوں کر
دل نہیں درد مند اپنا میر
آہ و لے اثر کریں کیوں کر

....

شعر نمبر (۱)

ہم میں منہ ادھر کریں کیوں کر
اور نیچی کریں کیوں کر

تشریح: شعر مذکورہ کا مطلب ہے کہ اگر ہم محبوب کی محفل میں بیٹھیں ہیں، جلوۂ محبوب ہے، بہرور ہوئے تو اب تقاضا یہ ہے کہ جمال محبوب کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھتے رہیں اب نیچی کر مقتضائے حال کے منا نہیں۔

شعر نمبر (۲)

یوں بھی مشکل ہے ووں بھی مشکل ہے
سر جھکائے ر کریں کیوں کر

تشریح: میر کہتے ہیں۔ محبوب کے بغیر تنہائی میں بیٹھے رہنا بھی تکلیف دے ہے، اور ووں بھی مشکل ہے، یعنی محبوب کی محفل میں رہی کے بعد محبوب سے بھی آسان نہیں، دونوں طرح مشکلیں سامنے ہیں تو پھر سر جھکا کر سر بہ رہتے سے بہتر ہے کہ سر اٹھا کر محبوب کے جلوے سے ہی مستنیر ہوں۔

شعر نمبر (۳)

مہ فلک پہ ہے وہ زمیں پہ آہ
ان کو زیوز کریں کیوں کر

مشکل الفاظ:

مہ = چاند، مراد محبوب ہے
فلک = آسماں، مراد محبوب کی بلندی، عظمت سے کنایہ یہ محبوب کا دماغ آسمان پہ ہونے سے مراد تغافل محبوب ہے۔
آہ = فرید
زیوز = اوپر، نیچے، نشیب و فراز، تباہ و بد

تشریح: اس شعر میں میر نے عاشق و محبوب کا مرتبہ اور دوری کا حال بیان کرنا چاہا ہے، یعنی میں کہاں، یہ عاشق کہاں وہ زمین پہ فرید کر رہا ہے اور محبوب تو آسمان پہ ہے میرا اور اس کا مقابلہ کیا۔ دوسرا معنی یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ہم عاشقانہ طور پہ اس سے فرید کر رہے ہیں اور وہ تکبر میں مست دماغ آسمان پہ دھرے ہوئے تغافل سے کام لے رہا ہے، لیکن ایسا بھی نہیں ہے کہ ہم اس کو راستے پہ نہیں لا سکتے، ہم میں اتنی قدرت ہے کہ ہم اس کو زیوز کر دیں، پہ بہت کچھ سوچ کر سہہ یہ ہی منا خیال کرتے ہیں۔

شعر نمبر (۴)

دل نہیں درد مند اپنا میر
آہ و نالے اثر کریں کیوں کر

آ ی شعر میں میر محبوب کو'اپنا' کہہ کر تعریض کر رہے ہیں کہ. . اپنا جو محبوب ہے اس کے پ س دردر والا دل ہی نہیں پھر ہماری فری دآہ وبکا اس پ کیا اث کر سکتی ہے۔

غزل ۱۵

غم ہجراں میں گھبرا کر اٹھا میں
طرف گلزار کے آ یـ میں
شگفتہ خاطری اس بن کہاں تھی
چمن میں غنچہ پیـ ثـ نی رہا میں
کسو سے دل نہیں ملتا ہے یـ رب
ہوا تھا کس گھڑی ان سے ۔ ا میں
تعارف ہم صفیروں سے نہیں کچھ
ہواہوں ا یـ مدت میں رہامیں
ہوا تھا میر مشکل عشق میں کام
کیا پتھرجگر تـ ۔ کی دوا میں

....

شعرنمبر(۱)

غم ہجراں میں گھبرا کر اٹھا میں
طرف گلزار کے آ یـ میں

تشریح: غزل کے مطلع میں کہا َ یـ ہے کہ،۔ ۔ میں محبوب کی ۔ ائی کے غم سے بے چین ہوکر گھبرا کر اٹھا،تو میں پھولوں کے ۔ غ کی طرف نکل آ یـ کہ میری گھبراہٹ دور ہو سکے۔

شعرنمبر(۲)

شگفتہ خاطری اس بن کہاں تھی
چمن میں غنچہ پیشانی رہا میں

مشکل الفاظ:

شگفتہ خاطری = دل کا خوش ہونا، طبیعت میں تازگی پیدا ہونا
چمن = پھولوں کا باغ
غنچہ پیشانی = سکڑی ہوئی، پیشانی، مراد غم زدہ، تنگ مزاجی

تشریح: محبوب کے بنا مجھے کہاں راحت حاصل ہوسکتی ہے، میری طبیعت کو کہاں آرام مل سکتا ہے،۔ جب انسان غم زدہ ہوتو حسین گلوں کا اثر بھی طبیعت پر نہیں ہوتا، لہٰذا میں چمن میں رہ کر بھی تنگ مزاج رہا ہوں، میری تیوری پر چڑھی رہی ہے۔

شعرنمبر(۳)

کسو سے دل نہیں ملتا ہے یارب
ہوا تھا کس گھڑی ان سے جدا میں

تشریح: مطلب یہ ہے کہ پہلے تو محبوب سے قربت حاصل تھی، نجانے کس گھڑی اُن سے جدا ہونا پڑا اب ان سے الگ ہونے کے بعد اے پروردگار کسی سے ملنے کا جی نہیں کرتا۔

شعرنمبر(۴)

تعارف ہم صفیروں سے نہیں کچھ
ہوا ہوں ایک مدت میں رہا میں

مشکل الفاظ:

تعارف = جان پہچان

ہم صفیر= ہم آواز، ہم حال

تشریح: میر اس شعر میں کہہ رہے ہیں کہ جن کا میری طرح تباہ حال ہے، جو میرے ہم آواز ہیں، ہم نوا ہیں، میں ا جان نہ سکا، کیوں کہ میرا سودا ایسا تھا گو یہ کہ میں اِ لمبے زمانہ ۃ ہوا میں رہا ہوں، . میرا زمین سے تعلق ہی نہیں میں اپنے آپ میں ہی نہ تھا، تو ہم نواؤں سے تعارف کیسے ہوسکتا تھا۔

شعر نمبر(۵)

ہوا تھا میر مشکل عشق میں کام
کیا پتھر جگر ۃ. کی دوا میں

مشکل الفاظ:

پتھر جگر = سخت کلیجہ

دوا = علاج

تشریح: غزل کے آ ی شعر میں میر عشق کی دشواریوں کا بیان کرتے ہیں کہ عشق میں کام چل پ ۃ. مشکل ہو َ ی تھا، . . کلیجہ ستم سہہ سہہ کر پتھر ہو چکا تھا پھر دوا کیا کام کرتی۔

سبق۴

غزل ۱۶

ہستی اپنی حباب کی سی ہے
یہ ئش سراب کی سی ہے
ٔزکی اس کے . کی کیا کہیئے
پنکھڑی اک گلاب کی سی ہے
.ر . اُس کے درپہ جاۃ ہوں
حا ۃ اب اضطراب کی سی ہے
میں جوبولا کہا کہ یہ آواز
اسی خانہ ٔاب کی سی ہے
میر ان .زآنکھوں میں
ساری مستی شراب کی سی ہے

....

شعرنمبر(۱)

ہستی اپنی حباب کی سی ہے
یہ ئش سراب کی سی ہے

مشکل الفاظ:

ہستی = زٔگی،وجود،د

حباب = بلبلہ

سراب = ریگستان میں پ نی کی طرح آنے والا منظر

مراد = فری . دھوکا

تشریح: غزل کے مطلع میں ز گی اور د کی پ ٔ اری سمجھاتے ہوئے میر ہستی کو حباب اور د کی ئش کو سراب سے تشبیہ دیتے ہیں۔ ا ن کی ز گی ا پ نی کے بلبلے کی ما ہے کہ ابھی اٹھا اور ابھی ٹوٹ کر بکھر ، اسی طرح ہستی بھی پ ار ہے، یہ د کی آرائش سراب کی طرح ا فری . ہے۔

شعر نمبر (۲)

زکی اس کے . کی کیا کہیئے
پنکھڑی اک گلاب کی سی ہے

تشریح: میر محبوب کے ہو ں کی ا بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ محبوب کے ہو کی زکی ایسی ہے جیسے گلاب کی پتی میں زک پن ہو ہے، گلاب کی پتی پ ا ہاتھ لگے تو دھبا پڑ ھنے کا یشہ ہو ہے اسی طرح محبوب کے زک ہو بھی ہیں کہ . سے . لگ جائے تو داغ پڑ سکتا ہے۔

شعر نمبر (۳)

ر . اُس کے در پہ جا ہوں
حا اب اضطراب کی سی ہے

تشریح: محبوب کے دروازے پ . ر . ر حاضر ہو ہوں کہ میرے بے چین دل کی گھبراہٹ دور ہو جائے۔

شعر نمبر (۴)

میں جو بولا کہا کہ یہ آواز
اسی خانہ اب کی سی ہے

تشریح: . میں محبوب کے در پ پہنچا تو میں نے دستک دی، محبوب نے دری فت کیا کہ کون . میں نے جواب دی تو

محبوب نے میری حا ت جان لی اور کہا یہ تو وہی اجڑا ہوا ابہ خانہ ہے جو ہمارے عشق میں اجڑ چکا ہے۔

شعر نمبر (۵)

میر ان . زآنکھوں میں
ساری مستی شراب کی سی ہے

مشکل الفاظ:

. ر = آدھی کھلی ہوئی
مستی = نشیلی

تشریح: میر کہتے ہیں کہ میری محبوب پ ڑی . . وہ سو رہا تھا تو اس کی آدھی کھلی ہوئی آنکھیں ایسی نشیلی تھیں کہ وہ مستی شراب کی سی مستی لگتی ہے۔

غزل ۱۷

ہو کوئی ۔دشاہ کوئی یں وزیہ ہو
اپنی بلا سے بیٹھ رہے ۔۔ فقیر ہو
کس طرح آہ خاک مذ ۔ سے میں اٹھوں
افتاد ۔ جو مجھ سے مرا دستگیر ہو
حد سے زیدہ جوروستم خو نہیں
ایسا سلوک کر کہ ۔ ارک پذیہ ہو
دم بھر نہ ٹھہرے دل میں نہ آنکھوں میں ایہ
پل
اتنے سے قد پہ تم بھی قیامت شریہ ہو
ایہ وقت خاص حق میں مرے کچھ دعا کرو
تم بھی تو میر صا ۔ قبلہ فقیر ہو

....

سوال نمبر(۱)

ہو کوئی ۔دشاہ کوئی یں وزیہ ہو
اپنی بلا سے بیٹھ رہے ۔۔ فقیر ہو

تشریح: غزل کے مطلع میں میر کہتے ہیں کہ ہم فقیر ہیں، ہم تو اپنے محبوب کی یدمیں غرق ہیں، ہماری بلا سے کوئی ۔دشاہ ہو یکوئی وزیہو ہم کیوں کسی کے احترام لیے اٹھ کھڑے ہوں۔

سوال نمبر(۲)

کس طرح آہ خاک مذ ۃ سے میں اٹھوں
افتاد ۃ جو مجھ سے مرا دستگیر ہو

مشکل الفاظ:

خاک مذلّت = ذلّت کی خاک، رسوائی

افتادہ ۃ = ز ی دہ ذ ۃ میں َ اہوا

تشریح: اس شعر میں میر نے کہا کہ افسوس ہے کہ جو میرے حامی میری راہ میں آئے وہ مجھ سے کمزور تھے، میں تو ذ ۃ کی خاک میں َ دآلود تھا ہی لیکن جو میرے مددگار تھے وہ مجھ سے بھی ز ی دہ َ ے ہوئے تھے آ ٘ وہ کیسے مجھے رسوائی سے نکال ۃ تھے۔

سوال نمبر(۳)

حد سے ز ی دہ جوروستم خو نہیں
ایسا سلوک کر کہ ۃ ارک پ ٘ ی ہو

مشکل الفاظ:

جوروستم = ظلم وز ی دتی

خو = اچھا لگنا

سلوک = رویہ، طر

ۃ ارک = چارہ کر ٘، حل نکالنا

تشریح: میر اپنے محبوب سے مخاطب ہیں کہ ٹھیک ہے تم ہم پہ ظلم کرتے ہوئے ستم ڈھاتے ہو، ہمیں منظور ہے لیکن حد سے ز ی دہ مصا ٗ ٘ نہ ڈھاؤ کہ جنہیں. دا ٘ ۃ کرنے کی سکت نہ ہو اور وہ اچھے نہ لگیں، بلکہ ایسا سلوک کیا کرو کہ جس کا چارہ کیا جا سکے۔

سوال نمبر(۴)

دم بھر نہ ٹھہرے دل میں نہ آنکھوں میں ا
پل
اتنے سے قد پہ تم بھی قیامت شر ہو

تشریح: اس شعر میں میر نے زک خالی پیدا کی ہے، محبوب سے مخاطب ہوکر کہتے ہیں۔ تیرا قد بھی کوئی قد ہے کہ ا پل نہ تو دل میں ٹھہر سکے اور نہ ہی ا لمحہ آنکھوں میں تصور کیا جا سکتا ہے پھر بھی اتنے سے قد پہ تم قیامت . پ کر دیتے ہو۔

سوال نمبر(۵)

ا وقت خاص حق میں مرے کچھ دعا کرو
تم بھی تو میر صا . قبلہ فقیر ہو

تشریح: اس شعر میں میر خود کو اللہ کا نیک بندہ کہہ کر مخاطب کرتے ہیں کہ اے میر آپ بھی تو فقیروں کے آقا ہو تو کیوں نہیں میرے حق میں خاص دعا کرتے کہ ان سبھی ظلم و ستم سے ہم چھٹکارا پ جا ۔

غزل ۱۸

مطرب نے پڑھی تھی غزل اک میر کی شب .
مجلس میں بہت و . کی حا ۔ رہی . کو
.سوں تئیں . . ہم نے ۔ ڈ د کیے ہیں ۔ .
پہنچایا ہے آدم تئیں واعظ کے کو
حیرت ہے کہ ہے مدعی معرفت اک خلق
کچھ ہم نے تو پایا نہیں اب ۔ ۔ ے ڈھب کو
ہوگا کسو دیوار کے سائے میں پڑا میر
کیا کام محبت سے اس آرام طلب کو

....

شعرنمبر(۱)

مطرب نے پڑھی تھی غزل اک میر کی شب .
مجلس میں بہت و . کی حا ۔ رہی . کو

مشکل الفاظ:

مطرب = مغنّی، گویا

و . = مستی اور سرور کے ساتھ حال میں آنا

تشریح: میر تعلّی سے کام لیتے ہوئے اپنی غزل کی معنویت اور کیفیت کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں میرا کلام کوئی لفظی گورکھ دھندا نہیں بلکہ جو پڑھتا ہے سر دھنتا ہے مستی و سرور میں آجاتا ہے کل رات کی بات ہے کہ گویّا نے میر کی غزل

کیا پڑھی مجلس میں . پ وو . کی کیفیت طاری رہی۔

سوال نمبر(۲)

. سوں تیئیں . . ہم نے " ڈُ د کیے ہیں" .
پہنچا ہے آدم تیئیں واعظ کے کو

مشکل الفاظ:

" ڈُ د = غور وفکر، مطالعہ کی گہرائی
آدم = د کے پہلے ا ن اور اللہ کے پہلے پیغمبر
= خا نی شجرہ، خا نی تسلسل وربط

تشریح: شعر مذکورہ میں کہا ے کہ نصیحت و وعظ یہ ہر کس و کس کا کام نہیں یہ ڈا مقدس فریض ہے . . ہم نے گہرائی سے تسلسل کے ساتھ مطالعہ کیا، غور وفکر کیا" . ہم پ یہ راز منکشف ہوا کہ یہ واعظ کا خا نی تو اللہ کے پہلے پیغمبر اور ا ن سے جا ملتا ہے گو وعظ کر ا ن کی قدر ہے۔ ا ن کی عظمت ہے۔

سوال نمبر(۳)

حیرت ہے کہ ہے مدعی معرفت اک خلق
کچھ ہم نے تو پ نہیں اب " ے ڈھب کو

مشکل الفاظ:

حیرت = حیران ہو
مدعی = دعویٰ کرنے والا
معرفت = پہچان
خلق = مخلوق
ڈھب = طر

تشریح: اس شعر میں میرایہ اہم بات کررہے ہیں جو محبوب حقیقی کی معرفت سے متعلق ہے، اے خدا تیری بہت ساری مخلوق ہے جو اس بات کا دعویٰ کرتی ہے کہ ہم نے اللہ کی معرفت کو حاصل کرلیا ہے لیکن میں ان کے اس کہنے سے بہت حیران ہوں کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے، لمبی مدت گذر چکی ہے کہ میں اس کی معرفت کی تلاشی ہوں ابھی تک کوئی طریقہ معلوم نہیں ہوا کہ اس کے پہچان کا کیا طرز ہے کیا ڈھب ہے، تو لوگ کیسے اس کی معرفت تک پہنچ گئے۔

سوال نمبر(۴)

ہوگا کسو دیوار کے سائے میں پڑا میر
کیا کام محبت سے اس آرام طلب کو

مشکل الفاظ:

کسو	=	کسی
آرام طلب	=	راحت پسند

تشریح: میر کہتے ہیں کہ محبت اور عشق کی راہیں بڑی کھٹن ہوتی ہیں، یہاں گھر بار ہستی تو کیا، سب کچھ ترک کرنا پڑتا ہے، نہ لباس کا خیال ہوتا ہے نہ کھانے پینے کا، نہ دھوپ کا احساس ہوتا ہے نہ چھاؤں کی طلب، بلکہ یہاں تو عاشق ہر حال میں محبوب کی رضا اور اس کے جلوے کا پیاسا ہوتا ہے، لیکن میر محبت وعشق کے دعوے کررہا ہے یہ بھی کوئی محبت ہے، کہ گھر تو اس نے چھوڑا ہے لیکن دیوار کے سائے میں بیٹھ کر آرام کا خواہش مند ہے۔ یہ محبت وعشق کی کلفتوں کے منافی ہے اس حال میں اس کو کیا تعلق ہے محبت سے۔

غزل ۱۹

آگ تھے ابتدائے عشق میں ہم
اب جو ہیں خاک انتہا ہے یہ
بودِ آدم نمود شبنم ہے
ایک دو دم میں پھر ہَوا ہے یہ
شکراس کی جفا کا ہو نہ سکا
دل سے اپنے ہمیں گلا ہے یہ
شور سے اپنے حشر ہے پہ وہ
یوں نہیں جا کہ کیا ہے یہ
دیکھ بے دم مجھے لگا کہنے
ہے تو مردہ سا پر بلا ہے یہ
میر کو کیوں نہ مغتنم جا
اگلے لوگوں میں بھی رہا ہے یہ

.....

شعرنمبر(۱)

آگ تھے ابتدائے عشق میں ہم
اب جو ہیں خاک انتہا ہے یہ

مشکل الفاظ:

آگے/آگ= آگے معنی پہلے کے ہیں،یعنی عشق کرنے سے پہلے کا حال اور اَ متن ''گے'' اضافی نہیں آگے

کے معنی میں تو پھر آ گ ہوسکتا ہے، جس سے مراد جوانی، شباب، تندر ۔ وتوا ، ہوش وحواس کا سلامت رہنا ہے۔ ''میں نے'' آ گے'' یہاں لکھا ہے کیوں کہ ''انتخابِ کلام میر'' میں یہی مرقوم ہے۔

تشریح: اس شعر کا ا مطلب یہ ہے کہ عشق ومحبت ہونے سے پہلے ہم ، ہوش ، ہمت رسیلے، بہادر، صا ِ حیثیت ، کچھ تھے لیکن عشق کے رازوں کو سمجھ کے بعد یعنی آ عشق میں ہم لکل کچھ ختم ہو جانے کے بعد مٹی ہی رہ گئے ہیں۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ ا ''آ گے'' کو ''آ گ'' ما جائے تو یعنی عشق کی ابتداء میں ہم آ گ تھے، متحرک تھے، ہر مشکل سے مشکل مہم سر کر تھے، لیکن اب انتہائے عشق پ ہمارا حال اتنا ضعیف ہے کہ ہماری اہمیت، صرف مٹی رہ گئی اب ہم کچھ بھی نہیں کر ہیں ہمارا زمانہ ختم ہو چکا ہے۔

شعر نمبر(۲)

بودِ آدم نمود شبنم ہے
ا دو دم میں پھر ہَوا ہے یہ

مشکل الفاظ:

بودِ آدم = آدمی کی ہستی/ز گی، رہائش آدم
نمودِ شبنم = اوس کا ن
ا دودم= ا دو سانس

تشریح: اس شعر میں میرا نی ز گی اور ہستی کو نہا ۔ اچھوتے اسلوب اور لفظیات میں پ ار جتاتے ہوئے کہتے ہیں کہ آدمی کی ز گی ہستی صرف شبنم کا ن ہے جو ا دو لمحہ میں ہَوا ہو جا ہے یہ، آدمی شبنم کی طرح پ ار ہے، اس کی کوئی ہستی نہیں۔

شعر نمبر(۳)

شکر اس کی جفا کا ہو نہ سکا
دل سے اپنے ہمیں گلا ہے یہ

مشکل الفاظ:

شکر = شکریہ

جفا = ستم،ظلم، بے وفائی

گِلا = شکوہ

تشریح: شعر مذکور میں میر طنزیہ اور تعریضیہ اسلوب میں کہہ رہے ہیں کہ محبوب نے جو ظلم اور ستم ہم پہ ڈھائے ہیں، اتنے غم و درد کی سوغاتیں پیش کی ہیں، اس کے لے میں ہمیں محبوب کا شکریہ ادا کرنا چاہئے تھا لیکن ہمیں اپنے دل پہ یہ شکوہ ہے کہ اس میں اتنی سکت نہ بچی کہ وہ اس پہ ان کا شکریہ ادا کر سکے، اتنے ہی ستم سے یہ ہارا۔ جو شکریہ بھی نہ ادا کر سکا۔ اس شعر میں میر نے درد کی شدت کا احساس تعریضیہ پیرائے میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔

شعر نمبر (۴)

شور سے اپنے حشر ہے پہ وہ
یوں نہیں جانتا کہ کیا ہے یہ

مشکل الفاظ:

شور = ہنگامہ، غوغہ، مراد آہ و بکا کی دردناک آواز اس لفظ کو میر نے، آہ و بکا کے معنی کثرت سے برتا ہے۔

حشر = قیامت

تشریح: اس شعر میں میر محبوب کی جانب سے تجاہل عارفانہ کے اسلوب میں تغافل کی کیفیت اور حال کی ترجمانی کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ محبوب کی محبت میں ہم ظلم و ستم اتنے سہے ہیں کہ میری آہ و بکا سے اس قدر شور برپا ہے کہ قیامت کا سماں چھایا ہے ہر کوئی اس حشر سے بے چین ہے لیکن محبوب کے تغافل کا عالم یہ ہے کہ جانتے ہوئے بھی انجان بن کر کہتا ہے کہ یہ کیا ہے؟

شعرنمبر(۵)

دیکھ بے دم مجھے لگا کہنے
ہے تو مردہ سا پ بلا ہے یہ

تشریح: محبوب نے میری طرف کوئی توجہ نہیں کی۔ . میں ہوش وحواس، قوت وشباب میں تھا، لیکن . . میں اسکی محبت میں . کچھ کھو بیٹھا، نہ مال ودو ت ، نہ شباب ورنگینی، نہ عزت وقدر، نہ طاقت وہمت، بے سانس اور جاں اب پڑا ہوں، ہر رَ پ ضعف چھاَ ی ہے، ایسے حال میں محبوب نے توجہ کی اور کہنے لگا ہے تو یہ جاں مردہ سا ہے، لیکن عشق کی چنگاری اب بھی بلا کی سی ہے

شعرنمبر(۵)

میر کو کیوں نہ مغتنم جا
اگلے لوگوں میں بھی رہاہے یہ

مشکل الفاظ:

مغتنم = غنیمت، قابل قدر
اگلےلوگ = مراد: اہل علم وفن، صا . احترام

تشریح: اس آ . ی شعر میں میر انکساری اور عا . ی کے پیرائے میں اپنی قدر کا احساس دلاتے ہیں۔ کہ اور تو کوئی خوبی میر میں نہیں ہے کوئی اس کی قدر و قیمت نہیں ہاں ا . طرح سے یہ ہمارے لئے غنیمت ہے قابل احترام ہے کیوں کہ میر صا . عزت واحترام اور بلند مرتبہ . رگوں میں رہا ہے، اس کی ذاتی لیاقت کی وجہ سے نہ ہی اس کے طفیلی مرا . کے . . کی ہی اس کی قدر کرلو۔

غزل ۲۰

ہم سے آگے بھی زمانے میں ہوا کیا کیا کچھ
تو بھی ہم غافلوں نے آکے کیا کیا کیا کچھ
کیا کہوں تجھ سے کہ کیا دیکھا ہے تجھ میں
میں نے
عشوہ وغمزہ وا از و ادا کیا کیا کچھ
دل َ ، ہوش َ ، صبر َ ، جی بھی َ
شغل میں غم کے ے ہم سے َ کیا کیا کچھ
م ہیں خستہ وآوارہ و . م مرے
ا عالم نے غرض مجھ کو کہا کیا کیا کچھ
حسرت وصل وغم ہجر وخیال رخِ دو
مرَ میں پہ مرے جی میں رہا کیا کیا کچھ
دردِ دل زخم جگر کلفتِ غم داغِ فراق
آہ عالم سے مرے ساتھ کیا کیا کچھ
ا محروم چلے میر ہمیں عالم سے
ورنہ عالم کو زمانے نے دی کیا کیا کچھ

....

شعرنمبر(۱)

ہم سے آگے بھی زمانے میں ہوا کیا کیا کچھ
تو بھی ہم غافلوں نے آ کے کیا کیا کیا کچھ

تشریح: غزل کے مطلع میں میر کہہ رہے ہیں کہ ہمارے د میں آنے سے پہلے بہت سے لوگ د میں آئے، ان کی بھی سخت سے سخت آزمائش ہو ، ان پ بھی ظلم وستم ہوئے ان کی بھی . دیں مشہور ہو نہ جانے کیا کیا ان پ یت، کیا کیا کار مے انہوں نے ا م دیئے یہ . کچھ جاننے کے . وجود ہم بے خبر ہی رہے ہم نے اپنی غلطیوں کا تارک نہیں کیا اور ہم سنبھل نہیں پ ئے۔

شعرنمبر(۲)

کیا کہوں تجھ سے کہ کیا دیکھا ہے تجھ میں
میں نے
عشوہ وغمزہ وا از و ادا کیا کیا کچھ

مشکل الفاظ:

عشوہ = پوشیدہ حر ت، زوا از
غمزہ = اشارۂ ا.

تشریح: اے محبوب میں کیا بتاؤں کہ میں نے تجھ میں کیا کیا دیکھا ہے اس میں تیری تعریف کروں ۔ تیرے تغافل کے گُر پیش کروں، تجھ میں زوا از ہیں اشارہ ا. پینترے . ل . ل وار کر ہے، دلکش ادا اور عشوہ طراز یں ہیں۔

شعرنمبر(۳)

دل ے ، ہوش ے ، صبر ے ، جی بھی ے
شغل میں غم کے ت ے ہم سے ے کیا کیا کچھ

مشکل الفاظ:

جی جا۔ = جان جا۔

شغل = کام

تشریح: اے محبوب تیری محبت کے غم کے شغل میں ہم ایسے پھنسے، ہمارا سارا سامان ٹ ے، کیا کیا ہم شمار کریں دل بھی ے، ہوش وحواس اڑے،۔ دا ث ت کا مادہ ے، یہاں ت کہ جان بھی گئی، تیری محبت کے شغل میں گم ہو کر ہم نے ۔ کچھ کھو دی ے۔

شعر نمبر (۴)

۔م ہیں خستہ وآوارہ و ۔ ۔م مرے
ای عالم نے غرض مجھ کو کہا کیا کیا کچھ

مشکل الفاظ:

خستہ۔م = ما۔ ہ، پھیکا پڑا ہوا

آوارا۔م = او۔ ش، رسوا

عالم = جہان، د ، لوگ

تشریح: میر کہتے ہیں کہ میری حا ت اتنی تباہ حال تھی کہ جس کو جو۔م بن پڑا، اس نے وہی کچھ کہا، کس کس طرح سے میرا اعتبار۔ اب نہیں کیا ے، کسی نے خستہ کہا کسی آوارہ واو۔ ش کہا کسی نے ما۔ ہ اور کسی نے رسوائے زمانہ۔

شعر نمبر (۵)

حسرت وصل وغم ہجر وخیال رخ دو ت
مر ے میں یہ مرے جی میں رہا کیا کیا کچھ

مشکل الفاظ:

حسرت وصل = وصال کی آرزو

غم ہجر = ائی کا غم

خیال رخِ دو = محبوب کے چہرے کا تصور

تشریح: تمام عمر میں محرومی اور حرماں نصیبی کا شکار رہا میری کوئی آرزو پوری نہیں ہوئی، وصال کی آرزو حسرت ہی رہی، ائی کے غم میں گھلتا رہا، نہ کبھی محبوب کا جلوہ آیا محبوب کا چہر تصور ہی رہا، افسوس، ہائے افسوس آہ میں مرَا یہ تمام غم اپنے دل میں ہی لے مرا، جواب بھی ستا رہے ہیں۔

شعر نمبر (٦)

دردِ دل زخم جگر کلفتِ غم داغِ فراق

آہ عالم سے مرے ساتھ کیا کیا کچھ

مشکل الفاظ:

دردِدل = دل کا درد

زخم جگر = کلیجہ کا گھاؤ

کلفتِ غم = غم کی تکلیف

داغِ فراق = ائی کے درد کا دھبا

تشریح: اس جہان میں ہم آئے لیکن ہمیں کوئی را نہیں ملی یہ درد وغم صرف زندگی میں ہی ہمارے ساتھ نہیں رہے بلکہ ہماری قبر میں بھی یہ سارے درد ہمارے ساتھ ہی چلے آئے ہیں، آہ وہ کیا کیا ہیں دردِدل، زخم جگر، کلفتِ غم داغِ فراق، کچھ بھی د میں نہیں رہا ائی کا ساتھ میرے ہی نصیبہ میں ہے۔

شعرنمبر(۷)

ای محروم چلے میر ہمیں عالم سے
ورنہ عالم کو زمانے نے دی کیا کیا کچھ

مشکل الفاظ:

محروم = ۰ مراد،حرماں نصیب
عالم = جہان،د ،لوگ

تشریح: میر غزل کے آ ی شعر میں کہہ رہے ہیں زمانے کا دستور ہماری سمجھ میں نہیں آ ،ای طرف زمانے نے جہان کو . نعمت کیں ہیں،ہم ہی ایسے حرماں نصیب ہیں جس کو کچھ بھی حاصل نہ ہوا اور ۰ مراد ہو کر اس جہان سے واپس چلے ہیں۔

سبق۵

غزل ۲۱

. قے کو اٹھا چہرے سے وہ . ۔ اَ آوے
اللہ کی قدرت کا تماشا آوے
اے ۔قہ لیلیٰ دو قدم راہ غلط کر
مجنونِ ز خودرفتہ کبھی راہ ۔ آوے
ممکن نہیں آرام دے بے ۔بی جگرکی
. . ۔ نہ پلک ۔ کوئی ٹکڑا آوے
کہتے ہیں تیرے کوچے سے میر آنے کہے ہے
. . جانے وہ خانہ ۔ اب اپنے گھر آوے

.....

شعرنمبر(۱)

. قے کواٹھاچہرے سےوہ. ۔ اَ آوے
اللہ کی قدرت کا تماشا آوے

مشکل الفاظ:

. قے = حجاب
. ۔ = محبوب
قدرت کا تماشا آ۔ = قدرت کا کھیل،قدرت کا شاہکار

تشریح: محبوب سے مخاطب ہوکر میر نے کہا ہے کہ اے محبوب اپنے چہرے سے حجاب ذرا ہٹاؤ ۔ کہ اس . ۔ کا جلوہ

آئے جواللہ کی قدرت کا شاہکار ہے۔

شعرنمبر(۲)

اے قہ لیلیٰ دو قدم راہ غلط کر
مجنونِ ز خودرفتہ کبھی راہ پہ آوے

مشکل الفاظ:

قہ لیلیٰ = لیلیٰ کی او

خودرفتہ = آپے سے ہرہو، بے ہوشی کا شکار ہو

تشریح: اس شعر میں تلمیحی پیرائے میں میرا درمعنی پیدا کررہے ہیں کہ لیلیٰ مجنوں پہ مہربان ہے پہ مجنوں آپے سے ہرہے اس لئے لیلیٰ کو اپنی روش میں تبد لانی چاہیئے کہ اپنی سیدھی راہ یعنی وفا کی راہ سے ذرا چاہیئے، کہ مجنون اس تغافل سے اپنے ہوش میں آئے، اپنی وارفتگی سے لیلیٰ کی جا متوجہ ہو۔

شعرنمبر(۳)

ممکن نہیں آرام دے بے بی جگر کی
نہ پلک پہ کوئی ٹکڑا آوے

مشکل الفاظ:

بے بی جگر کی = بے چینی کلیجہ کی

پلک پہ ٹکڑا آ = آ

تشریح: جگر کی بے چینی دور ہو ممکن نہیں، دل کا غبار آ کے ٹکڑے بن آ سے ہر میں ہر نہ آجائے دل کورا حاصل نہیں ہوسکتی۔

شعرنمبر(۴)

کہتے ہیں تیرے کوچے سے میر آنے کہے

ہے

. . جانے وہ خانہ ٔ اب اپنے گھر آوے

تشریح: غزل کے آ ٔ ی شعر میں میر کہتے ہیں، لوگوں کا کہنا ہے کہ میر ت . ۔ محبوب کی گلی سے آنے والا نہیں، ہاں اَ محبوب اس . حال، خانہ ٔ اب کے گھر آئے تو پھر میر بھی اس کی گلی کو چھوڑ کر گھر آ سکتا ہے۔

غزل ۲۲

غا ۔ کہ یہ دل خستہ ش ۔ ہجر میں مرجائے
یہ رات نہیں وہ جو کہانی میں َ ۰ ر جائے
نے ۔ ۃ کدہ ہے منزلِ مقصود نہ کعبہ
جو کوئی تلاشی ہو ۃ ا آہ کدھر جائے
ِ قوت کوئی ان کو کہے ہے کوئی گل ۔ گ
ؒ ہوۂ ہلاتو بھی کہ اک ۔ت ٹھہر جائے
اس ورطے سے تختہ جوکوئی پہونچے کنارے
تو میر وطن میرے بھی شای یہ خبر جائے

....

شعرنمبر(۱)

غا ۔ کہ یہ دل خستہ ش ۔ ہجر میں مرجائے
یہ رات نہیں وہ جو کہانی میں َ ۰ ر جائے

مشکل الفاظ:

غا ۔ = ظن، یقین کے قر ۔
دل خستہ = چور چور دل، شکستہ دل
ش ۔ ہجر = ۔ ائی کی رات

تشریح: مجھے یقینی طور پ ایسا لگتا ہے کہ ۔ ائی کی رات کے درد سے اس خستہ دل کا یہ حال ہے کہ کہیں جان نہ دے دوں،

یہ رات نہایت ہی تکلیف دے اور جان لیوا ہے، کیوں کہ یہ وہ رات نہیں جس میں کہانی کہی جائے اور کہانی کی لطافت سے رات گذر جائے۔

شعر نمبر (۲)

نے بت کدہ ہے منزلِ مقصود نہ کعبہ
جو کوئی تلاشی ہو ترا آہ کدھر جائے

مشکل الفاظ:

منزل مقصود	=	ہدف
بت کدہ	=	معبد، علامت ہندو دھرم سے
کعبہ	=	مسلمانوں کا قبلہ، علامت
تلاشی	=	جستجو کرنے والا

تشریح: اے محبوب ہم نے تجھے بت کدے میں ڈھونڈا اور کعبہ میں بھی دیکھ لیا، تجھے ہم کہیں نہ پا سکے، ہم منزل مقصود کو حاصل نہیں کر پائے۔ اب تو ہی بتا، جو صرف اور صرف تیری ہی تلاش میں ہو تو، تو اُسے کہاں مل سکتا ہے، اس لئے کہ وہ تیرے جلوے کے دیکھے بنا جی نہیں سکتا۔

شعر نمبر (۳)

یاقوت کوئی ان کو کہے ہے کوئی گل برگ
ٹک ہونٹ ہلا تو بھی کہ اک بات ٹھہر جائے

مشکل الفاظ:

یاقوت	=	قیمتی لال، موتی
گل برگ	=	پھول کی پتی

تشریح: محبوب کے حسن و جمال کا کیا کہنا، کوئی اسے سرخ یاقوت کہتا ہے، تو کوئی اسے پھول کی پتی، لیکن ان دونوں چیز

وں میں تیرے ہو ں کی خصوصیت نہیں،۔ ۔ ہم یہ کہنا چاہتے ہیں تو اسی وقت تیرے ہو ں پہ ہلکی سی حر ۔ ہوتی ہے تو ا اور جمال آ ۔ ہے تو وہ ۔ت وہیں دہن میں ہی ا جاتی ہے۔

شعر نمبر (۴)

اس ورطے سے تختہ جو کوئی پہونچے کنارے
تو میر وطن میرے بھی شا یہ خبر جائے

مشکل الفاظ:

ورطہ = بھنور، ہلا ۔ کی جگہ
تختہ = ۔ بوت، لکڑی کا کوئی تختہ

تشریح: میر کہتے ہیں کہ جیتے جی تو ہمارے، ہماری کوئی خبر وطن نہیں پہنچی ہاں! اس بحرحیات میں بھنور پیدا ہو کہ ہلا ۔ کا سامان تیار ہو تو کسی طرح ہمارا ۔ بوت کنارے لگے، اس طرح ہمارے وطن میں ہماری بھی خبر مشہور ہو۔

غزل ۲۳

فقیرانہ آئے صدا کر چلے
میاں خوش رہو ہم دعا کر چلے
وہ کیا چیز ہے آہ جس کے لئے
ہر ا۔ چیز سے دل اٹھا کر چلے
کوئی ۔ امیدانہ کرتے نگاہ
سو تم ہم سے منہ بھی چھپا کر چلے
دکھائی دیئے یوں کہ بے خود کیا
ہمیں آپ سے بھی ۔ ا کرچکے
جبیں سجدے کرتے ہی کرتے گئی
حق بندگی ہم اداکر چلے
پستش کی یں ۔ کہ اے ۔ ۔ تجھے
میں سبھوں کی ۔ اکرچلے
گئی عمر در بند فکر غزل
سو اس فن کو ایسا بڑا کرچلے
کہیں کیا جو پوچھے کوئی ہم سے میر
جہاں میں تم آئے تھے کیا کرچلے

شعرنمبر(۱)

فقیرانہ آئے صدا کر چلے
میاں خوش رہو ہم دعا کر چلے

مشکل الفاظ:

فقیرانہ = مفلسانہ

صدا = آواز، آہ وبُکا

تشریح: غزل کے مطلع میں میر کہہ رہ ہیں کہہ ہماری ز ـ گی فقیرانہ ہے، ہم درویش ہیں نہ ہمارا کوئی گھر ہے نہ ہمارے پ س مال ودو ـ ہے، ہم یہاں د میں قلندرانہ مزاج لے کر آئے ہیں، فقیروں کی طرح صدا لگا چکے ہیں، اے میرے احباب، اے ـ ا کی مخلوق آپ لوگ خوش رہو، ہم نے آپ کیلئے دُعا کر دی ہے۔

شعر نمبر (۲)

وہ کیا چیز ہے آہ جس کے لئے
ہر ا ی چیز سے دل اٹھا کر چلے

تشریح: ہم نے جہان میں آ کر چین نہیں پ ی، بس ا ی ایسی شئے ہے جس کے لئے تمام عمر آہیں ـ رہی ہیں، آ ـ ہر چیز سے دل اُٹھ ی ہے اور ـ مراد ہو کر واپس جا رہے ہیں۔

شعر نمبر (۳)

کوئی ـ امیدانہ کرتے نگاہ
سو تم ہم سے منہ بھی چھپا کر چلے

تشریح: اس شعر میں میر نے ـ اُمیدی کی انتہا کر دی ہے، محبوب سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں، ہم نے سوچا کہ کبھی ہماری امید، تو بھر نہیں آئی، اب کی ر ہمیں خیال آ ی ہے کہ محبوب کے آمنے سامنے ہوئے تو ـ اُمیدانہ ہی امید کریں گے، لیکن ہماری محرومی پ بھی افسوس ہے کہ تم گذرے بھی تو منہ چھپا کر نکل گئے، ہماری ـ امیدانہ نگاہ بھی محرومی کا شکار ہو گئی۔

شعر نمبر (۴)

دکھائی دیئے یوں کہ بے خود کیا
ہمیں آپ سے بھی ـ ا کر چلے

مشکل الفاظ:

بےخود = بے ہوش، مست

. ا = الگ

تشریح: اس شعر کا مطلب یہ ہے کہ محبوب کا جلوہ ایسا آ ی کہ ہم بے ہوش ہو گئے ہم پ بےخودی اور مستی کا ایسا عالم چھا َ ی کہ محبوب سے تو فراق تھا ہی، ہم خود سے بھی بیگانہ ہو گئے ہیں، ہم خود سے الگ ہو چکے ہیں۔

شعر نمبر(۵)

جبیں سجدے کرتے ہی کرتے گئی
حق بندگی ہم ادا کر چلے

مشکل الفاظ:

جبیں = پ ۓ ش نی، ماتھا

سجدہ = پ ۓ ش نی کو بندگی کی سے زمین پ رکھنا

تشریح: ہم نے محبوب کی بندگی اس سخت جانی سے کی ہے کہ ہم نے بندگی کا حق ادا کر د ی، کیوں کہ سجدے پ سجدے کرنے ہی سے ہماری پ ۓ ش نی گھس گئی۔

شعر نمبر(۶)

پ ستش کی ی ں ت کہ اے . ت تجھے
میں سبھوں کی ٠ اکر چلے

مشکل الفاظ:

پ ستش = پوجا، عبادت

. ت = مراد، محبوب

تشریح: اے محبوب ہم نے تیری پوجا اس طرح کی یعنی ہر وقت تیری ی د میں آسن مارے بیٹھے رہے کہ ہم سبھی لوگوں کی

وں میں تجھے ہی ٰ ابنا کر چل بسے۔

شعر نمبر(۷)

گئی عمر در بند فکر غزل
سو اس فن کو ایسا بڑا کر چلے

مشکل الفاظ:

عمر = زندگی
در بند فکر غزل = غزل کی درستی کی فکر، فن کا درجہ

تشریح: اس شعر میں میر تعلّی سے کام لیتے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ تعلّی ان کی بجا بھی ہے۔ غزل کے فن کو جس مرتبہ پر میر نے پہنچایا، اُس سے آگے فن غزل کو کوئی نہ لے جا سکا، وہ کہتے ہیں کہ ہم نے اپنی تمام عمر غزل کی درستی کی فکر میں گذار دی، آخر کار غزل کے فن کو بلندیوں پر پہنچا کے جا رہے ہیں۔

شعر نمبر(۸)

کہیں کیا جو پوچھے کوئی ہم سے میر
جہاں میں تم آئے تھے کیا کر چلے

تشریح: غزل کے آخری شعر میں میر انکساری اور عاجزی سے کام لیتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہم سے تو کوئی اچھا اور بڑا کام انجام نہیں پایا جو قابل ذکر ہو، اگر کوئی ہم سے پوچھ لے کہ تمام عمر تم نے کیا کیا، کون اہم کارنامہ انجام دیا ہے، ہم کیا کہیں ہم سے تو کوئی ایسا کارنامہ سرانجام نہیں پایا جس کو ہم ذکر کر سکیں۔

غزل ۲۴

تم نہیں فتنہ ساز سچ صا .
شہر پہ شور اس غلام سے ہے
کوئی تجھ سا بھی کاش تجھ کو ملے
مدعا ہم کو انتقام سے ہے
شعر میرے ہیں . خواص پسند
پہ مجھے گفتگو عوام سے ہے
سہل ہے میر کا سمجھنا کیا
ہر سخن اس کا اک مقام سے ہے

.....

شعر نمبر(۱)

تم نہیں فتنہ ساز سچ صا .
شہر پہ شور اس غلام سے ہے

مشکل الفاظ:

فتنہ ساز = فساد کرنے والا
شور = شورش، فریاد، آہ

تشریح: اے محبوب تم سے تو د میں کوئی فساد پیدا نہیں ہوا، یہ سچ ہے کہ اس کے گنہگار تو ہم ہی ہیں، یہی غلام ہے جس کے . . شہر بھر میں شورش پھیلی ہوئی ہے۔

شعرنمبر(۲)

کوئی تجھ سا بھی کاش تجھ کو ملے
مدعا ہم کو انتقام سے ہے

مشکل الفاظ:

مدعا = مقصد

انتقام = . لہ

تشریح: ہائے ،افسوس ہے کہ ہم تم سے . لہ نہیں لے ہم تو بے چارے ٹھہرے مجبور، شرافت کی ڈور میں بندھے ہوئے، کاش کہ یہاں کوئی تم سا ہوشیار ہو جو انتقام لے سکتا، ہمیں تو مطلب انتقام سے ہے خواہ کوئی بھی لے۔

شعرنمبر(۳)

شعر میرے ہیں . خواص پسند
پ مجھے گفتگو عوام سے ہے

مشکل الفاظ:

خواص = اہل علم، اہل فن، رازدارِ فن

تشریح: اس شعر میں میر اپنے شعر کی خوبی کی طرف اشارہ کر رہے ہیں، یہ در ہے کہ میرے اشعار کو اہل علم اور اہل فن پسند کرتے ہیں، سراہتے ہیں، چو میری شاعری میں سہل ممتنع کی خوبی موجود ہے جو لسانی اعتبار سے تو سادہ اور سلیس ہے لیکن ہم ایسے شعری اور لسانی پینترے کام میں لاتے ہیں کہ اس میں تہہ داری پیدا ہو جاتی ہے۔ خواص تو اس میں سے کئی کئی معنی ڈھوٹ نکالتے ہیں لیکن میرے مخاطب عوام ہیں اس لئے میری ز . ن بھی سادہ اور سلیس ہے۔

شعرنمبر(۴)

سہل ہے میر کا سمجھنا کیا
ہر سخن اس کا اک مقام سے ہے

مشکل الفاظ:

سہل = آسان

مقام = بلندی، معیار

سخن = شعری کلام

تشریح: آ ی شعر میں میر بھرپور تعلّی کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میری سادہ اور سلیس ز ن دیکھ کر فر ۔ میں نہیں پڑ جا ، کہ کہیں تم کو آسانی سے میرا مطلب سمجھ میں آجائے گا۔ صرف وہی مطلب میں نے اس میں پیش کیا نہیں جو تم سمجھے میر کا سمجھنا اتنا آسان نہیں بلکہ ہمارا تو ہر شعری کلام ا مقام اور معیار سے ہے، ہر سخن کی تہہ رسائی کے بعد ہی میر کا مدعا سمجھ میں آسکتا ہے۔ بے تہہ شخص اسے نہیں سمجھ سکتا۔

غزل ۲۵

میر دری ہے ی شعر ز.نی اس کی
اللہ اللہ رے طبیعت کی روانی اس کی

ای ہے عہد میں اپنے وہ پ اگندہ مزاج
اپنی آنکھوں میں نہ آی کوئی ثنی اس کی

مینھ تو بوچھاڑ کا دیکھا ہے . ستے تم نے
اسی ا ازسے تھی اشک فشانی اس کی

.ت کی طرز کو دیکھو تو کوئی جادو تھا
پ ملی خاک میں . سحر بیانی اس کی

سرَ ش ت آپ ہی کس ا وہ سے . کہتا
تھا
سوگئے تم نہ سنی ہائے کہانی اس کی

آبلے کی سی طرح ٹھیس لگی پھوٹ بہے
درد مندی میں گئی ساری جوانی اس کی

اب گئے اس کے . افسوس نہیں کچھ حاصل
حیف صد حیف کہ کچھ قدر نہ جانی اس کی

....

شعرنمبر(۱)

میر دریا ہے سنے شعر زبانی اس کی
اللہ اللہ رے طبیعت کی روانی اس کی

تشریح: غزل کے مطلع میں میر تعلّی برتتے ہوئے اپنے شعر کی تعریف کرتے ہیں کہ میری طبیعت ایسی موزوں ہے کہ جب میرؔ شعر کہتا ہے تو دریا کی طرح بہاؤ آجاتا ہے، جب وہ شعر سنانا شروع کرتا ہے تو پھر کیا کہنا، اللہ اللہ طبیعت رواں ہو جاتی ہے۔

شعرنمبر(۲)

ایک ہے عہد میں اپنے وہ پراگندہ مزاج
اپنی آنکھوں میں نہ آیا کوئی ثانی اس کی

مشکل الفاظ:

عہد = زمانہ
پراگندہ = بکھرا ہوا، شکستہ مزاج
ثانی = دوسری مثال

تشریح: میر اپنے مقابلہ میں کسی کو نہیں سمجھتے، خود ہی کہتے ہیں کہ میر اپنے زمانے میں ایک مقام رکھتا ہے، دوم وہ ٹھہرا شکستہ مزاج، اس کے مزاج میں پراگندگی حد سے بڑھی ہوئی ہے، وہ اپنی آنکھوں میں کسی دوسرے کو اپنا ثانی نہیں سمجھتا، اپنے پلے کا خیال نہیں کرتا۔

شعرنمبر(۳)

مینھ تو بوچھاڑ کا دیکھا ہے برستے تم نے
اسی انداز سے تھی اشک فشانی اس کی

مشکل الفاظ:

مینھ = .رش

اشک فشانی= آ . سا۰

تشریح: میر ایسا تباہ حال، . . دتھا، کیسی کیسی مصیبتوں سے گھرا ہوا تھا، دکھ، درد ظلم و ستم ہمیشہ اس کے ساتھ رہے ہیں، جس کے . . اس کی آنکھوں سے ایسے آ بہتے رہے، جس طرح تم نے دیکھا ہوگا کہ موسلہ دھار .رش .ستی ہے۔ اس شعر میں میر نے مبالغہ کے پیرائے میں اشک فشانی کی زیـ دتی کی شدت کا احساس دلانے کی کوشش کی ہے۔

شعر نمبر(۴)

.ت کی طرز کو دیکھو تو کوئی جادو تھا
پـ ملی خاک میں . سحر بیانی اس کی

مشکل الفاظ:

طرز = اسلوب

سحر بیانی = جادو بیانی

تشریح: میر کا کلام تو ایسا سحر انگیز ہے کہ ہر کوئی اس کی جا۰ . کھینچا جا۔ ہے۔لیکن یہ تمام جادو بیانی اور کلام کی سحر انگیزی خاک میں مل گئی، اس جہان میں تمام عمر خستہ جاں، َ آلودہ رہا، آرام نہ پـ سکا، اب تو مٹی میں مل کے خود ہی خاک ہوَ یـ۔

شعر نمبر(۵)

سرَ۰ش۔ آپ ہی کس ا۰ وہ سے . کہتا تھا
سوگئے تم نہ سنی ہائے کہانی اس کی

مشکل الفاظ:

سرَ۰شست = ما. ا، احوال، واقعہ، غم زدہ داستان

ا٘ وہ = رنج وغم

تشریح: میر خود ہی اپنی آپ بیتی، اپنے پر گذری ہوئی واردات کس رنج وغم اور درد بھرے لہجہ میں کہتا رہا لیکن تم تھے کہ اپنی آرام کی نیند سوتے رہے میر کی درد بھری کہانی تم نے نہ سنی۔

شعر نمبر(٦)

آبلے کی سی طرح ٹھیس لگی پھوٹ بہے
درد مندی میں گئی ساری جوانی اس کی

مشکل الفاظ:

آبلہ = چھالا

ٹھیس = چوٹ، ٹھوکر

دردمندی = غم ودکھ

تشریح: جس طرح آلودگی، درد سے بھرے ہوئے آبلے یعنی چھالے کو ہلکی سی ٹھوکر لگے تو پھوٹ پڑتا ہے اسی طرح ہماری جوانی بھی دکھ، غم اور دردمندی میں بہہ گئی۔

شعر نمبر(٧)

اب گئے اس کے ۔٘ افسونہیں کچھ حاصل
حیف صد حیف کہ کچھ قدر نہ جانی اس کی

مشکل الفاظ

جُزافسوس = سوائے افسوس کے

حیف صد حیف = سینکڑوں افسوس، مراد نہایت افسوسناک

قدر = عظمت، عزت، احترام

تشریح: میر کے د سے جانے کے بعد، اس کے تباہ و ۔ دہونے کے بعد تمہیں خیال آیا ہے کہ ہائے، ہم میر کی قدر نہ

کر سکے، جس قدر اور مقام کے وہ لائق تھا، اب سوائے افسوس کے کیا حاصل ہوگا، تو صد ہا. ر افسوس کرتے رہو لا حاصل ہے۔

مثنوی ''میرے گھر کا حال''

سبق ۶

اکائی کے ۱۰۱

۱.۱۔ مثنوی ''میرے گھر کا حال''

۱.۲۔ مقصد

۱.۳۔ تمہید

۱.۴۔ میر کی مثنویوں کے موضوعات

۱.۵۔ مثنوی ''میرے گھر کا حال'' میں سے نمونے کے طور پر چند اشعار کی تشریح۔

۱.۶۔ مثنوی ''دریائے عشق''

۱.۶.۱۔ مثنوی ''دریائے عشق'' کا خلاصہ

۱.۶.۲۔ تمہید

۱.۶.۳۔ چند اشعار کی تشریح

۱.۷۔ مشق کے لئے اپنی معلومات کی جانچ

۱.۷.۱۔ مثنوی ''دریائے عشق میں سے کوئی پانچ اشعار کی تشریح کیجئے؟

۱.۷.۲۔ مکمّل اشعار کو پورا کیجئے۔

مثنوی ''میرے گھر کا حال''

کیا لکھوں میر اپنے گھر کا حال
گھر کہ ت ری و تیرہ زن اں ہے
کوچۂ موج سے بھی آنگن تنگ
چار دیواری سو جگہ سے خم
لونی لگ لگ کے جھڑتی ہے ماٹی
کیا تھمے مینھ سَقف چھلنی تمام
اس چِکِش کا علاج کیا کریے
جانہیں ن ی کو مینھ کے نپ
آنکھیں بھر لا کے یہ کہیں ہیں ب
جھاڑ ب ندھا ہے مینھ نے دن رات
بُوئ میں کان پت ہیں جو تھر تھر
کیچ لے لے کے جوں تو چھو پ ہے
لس کو پھر پ ت چھتی بھی ہے ہی نہیں
ڈھا دیوار ی اٹھا رکھو
ای حجرہ جو گھر میں ہے واثِق
کہیں سوراخ ہے کہیں ہے چاک
کہیں گھو ں نے کھود ڈالا ہے
کہیں گھر ہے کِسو چھچھون ر کا
کہیں ی کے لڑکے ہیں جالے

اس ٔ ابے میں مَیں ہوا پامال
سخت دل تنگ یوسفِ جاں ہے
کوٹھری کے حباب کے سے ڈھنگ
ـ تنگ ہو تو سو ـ ہیں ہم
آہ کیا عمر بے مزہ کاٹی
چھت سے آنکھیں لگی رہے ہیں مدام
راکھ سے . تلک ٹھے بھریے
ہے چکش سے تمام ایواں کیچ
کیوں کہ پردہ رہے گا ۔ رب اب
گھر کی دیواریں ہیں گی جیسے پت
ان پہ رڈّا رکھے کوئی کیوں کر
چھو کاہے کاہے تھوپ ہے
ٹوٹ اک یوری سا ڈالو کہیں
ۦ ہمارے لیے بچھا رکھو
سو شکستہ ـ از دلِ عاشق
کہیں جھڑ جھڑ کے ڈھیر سی ہے خاک
کہیں چوہے نے سر نکالا ہے
شور ہر کونے میں ہے مچھر کا
کہیں جھینگر کے بے مزہ ۔ لے
کونے ٹوٹے ہیں طاق پھوٹے ہیں
ا چوٗ کہیں سے ٓ ہے
رکھ کے دیوار ادھر اودھر سے

چارپئی . . اس میں بچھوائی
سامٌ ا.ص کہ بے دوائے ٘اج
پیکر اپنی ٘ ا نے رکھی ہے
آگے اس حجرے کے ہے اک ایواں
ٔی تختے سبھی دھو سے سیاہ
کبھو کوئی سنپولیا ہے پھرے
کوئی تختہ کہیں سے ٹوٹ ہے
دب کے مرٔ ہمیشہ مدِّ
مٹی تودہ جو ڈالی چھت پ ہم
مضطرب ہو کے جو بچھائی بہت
پ سے اس مٹی میں کرختی ہے
دی ہیں اڑواڑیں پھر جو حد سے زیِد
ا مٹی کا در کے آگے ڈھیر
جیتے ہیں . . تلک نہیں پہنچے
ٰ. دیوار کی نپٹ بے حال
توٹ بینا تو ای .. ٹ ہے
پتھر اپنی جگہ سے چھوٹے ہیں
جی اسی حجرے ہی میں پھرت ہے
لا کے ی رب بناؤں کس گھر سے
پہلے چلپا سہ ہی آئی

ہر جگہ یں سے ہے یں آج
ڈانس ای ای جیسے مکھّی ہے
وہی اس تنگِ خلق کا ہے مکاں
اس کی چھت کی طرف ہمیشہ نِگاہ
کبھو چھت سے ہزار پ ہے ے
کوئی داسہ کہیں سے چھوٹ ہے
گھر کہاں صاف موت ہی کا گھر
تھے جو شہتیر جوں کہاں ہیں خم
ہر ٹی نے ٹی اٹھائی بہت
تختہ تختہ ہوئی یہ سختی ہے
چل ستوں سے مکاں دے ہے ید
گرتی جاتی ہے ہولے ہولے منڈی
ورنہ کیا بس ہے جو یہیں پہنچے
پڑری کا بوجھ بھی سکے نہ سنبھال
پون پھُدکے تو قیامت ہے
کیوں کہ ساون کٹے گا اب کی بر
ہو ی ہے جو اتّفاق ایسا
ہو کے مضطر لگے ہیں کہنے .
تیتری یں جو کوئی آتی ہے
نہیں دیوار کا یہ اچھا ڈھنگ

ایـ دن ایـ کوّا بیٹھا
چیل سے لوگ دوڑے کرتے شور
ہو نہ ایسا کہ اپنی چال چلے
نہیں وہ زاغ چارپؤں پھرا
مٹی اس کی کہیں کہیں بھسکی
سان کر خاک لگ گئے دو چار
اچھے ہوں گے کھنڈر بھی اس گھر سے
اُکھڑے پکھڑے کواڑ ٹوٹی وصید
خاک لوہے کو جیسے کھاوے پک
بند رت ہوں در جو گھر میں رہوں
گھر بھی پھر ایسا جیسا ہے مذکور
جس سے پوچھو اسے بتا دے شتاب
ایـ ہے شہرہ دلّی کا
بنس کی جادیے تھے سرکنڈے
تھر تھراوے بھنبھیری سی دیوار
شاق َرے ہے کیا کہوں کیسا
اُڑ بھنبھیری کہ ساون آیـ اب
جانِ محزؤں نگل ہی جاتی ہے
کہیں کھسکے تو ہے قیامت تنگ
بے گماں جیسے ہوّا آ بیٹھا

کہ نہ حائط میں کچھ رہا تھا زور
دوڑے اُچھلے کہ ہال ہال چلے
ا ِ کالا پہاڑ آن َ ا
جی ڈہا اور چھاتی بھی دھسکی
.رے جلدی در ۔ کی دیوار
. سے ہے اک ٘ ابی گھر در سے
زلفی زنجیر ا ِ کہنہ حد ِ
چھیڑ لیجے تو پھر ٘ ی ہے خاک
قدر کیا گھر کی . . کہ میں ہی نہ ہوں
ہے ٘ ابی سے شہر میں مشہور
ساری لبستی میں ہے یہی تو ٘ اب
جیسے روضہ ہو شیخ چلّی کا
سَودے مینہوں میں . ہوئے ٹھنڈے
گل کے بندھن ہوئے ہیں ڈھیلے .
مینھ میں کیوں نہ بھیگیے ۔ سر
مٹی ہو کر َ ا ہے . والا
واں پہ ٹپکا تو ِیں سرک بیٹھا
حال کس کو ہے اولتی کا ِ د
کہیں صحنک رکھوں کہیں پیالا
ٹپکے دوچار جا تو بند کروں

یں تو جھا ہزار مَیں تنہا
بس کہ .رَ ٹپکے ہپانی
کوئی جانے کہ ہولی کھیلا ہوں
مجھ سا کیا واقعی ہوا چارہ
.ن جھینگر تمام چاٹ گئے
تنکے جاں دار ہیں جو بیش و کم
ا۔ کھینچے ہے چونچ سے کر زور
پوچھ مت ز.گانی کیسی ہے
کیا کہوں جو جفا چِکش سے سہی
بور۔ پھیل کر بچھا نہ کبھو
ڈیوڑھی کی یہ خوبی در ایسا
جنس اعلیٰ کوئی ٹلا کھاٹ
پکھے رہنے لگے ہیں گیلے .
پھوس بھی تو نہیں ہے پ
وہ رہے یں جو ہووے ڈھب والا
یں جو بھیگا تو واں تنک بیٹھا
ی اس جھگڑے میں گئی ..د
کہیں ہاٹی کے ٹھیکرے لالا
تپ کوئی لڑاؤں فُند کروں
کچھ نہیں ہائے مجھ سے ہو سکتا

کپڑے رہتے ہیں میرے افشانی
کوئی سمجھے ہے یہ کہ خیلا ہوں
آسماں جو پھٹے تو کیا چارہ
بھیگ کر .نس پھاٹ پھاٹ گئے
اُن پہ پڑیوں کو .َ ہے .ہم
اِ مگھڑے پہ کر رہی ہے شور
ایسے کی ایسی تیسی ہے
چارپئی ہمیشہ سر پہ رہی
کونے ہی میں کھڑا رہا ۔ سو
اس چوچلے کا گھر ایسا
پئے پٹی رہے ہیں جن کے پھاٹ
کھٹملوں سے سیاہ ہے سو بھی
ش . بچھونہ جو میں بچھاتا ہوں
کیڑا اک اِ پھر مکوڑا ہے
اِ چٹکی میں اِ چھنگلی پ
َ چہ بہتوں کو میں مَسل مارا
ملتے راتوں کو گھِس گئیں پوریں
ہاتھ تکیے پہ گہہ بچھونے پ
سَلسَلا ِ جو پئینتی کی اور
تو شک اِن رَڈوں ہی میں . پھاٹی

جھاڑتے جھاڑتے َ . .ن

نہ ٹلا نہ کھاٹ سونے کو

. . نہ ت. پنڈے پ لپے پئے

سوتے تنہا نہ .ن میں کھٹمل

کہیں پھرکا کہ جی سے ت ب گئی

ا ہتھیلی پہ ا گھائی میں

ہاتھ کو چَین ہو تو کچھ کہیئے

یہ جو .رش ہوئی تو آ کار

آہ کھینچی ابی کیا کیا نہ

ایسے ہوتے ہیں گھر میں تو بیٹھے

چَین پڑت نہیں ہے ش. کو بھی

سر پہ روزِ سیاہ لات ہوں

سانجھ سے کھانے ہی کو دوڑا ہے

اک انگوٹھا دکھادے انگلی پ

پ مجھے کھٹملوں نے مِل مارا

.خنوں کی ہیں لال . کوریں

کبھو چادر کے کونے کونے پ

وہیں مسلا، کر ایڑیوں کا زور

ایڑیں یوں رَ ٹتے ہی کاٹی

ساری کھاٹوں کی چولیں نکلیں ان

پڑے پٹی لگائے کونے کو

سیتلا کے سے دانے مرجھائے

آ ، منھ، ـک، کان، میں کھٹمل

آ سے ـ پگاہ خواب گئی

سینکڑوں ا ی چارپائی میں

. تلک یوں ٹٹولتے رہیے

اس میں سی سالہ وہ ی دیوار

تھے جو ہمسائے وَے ہیں ہم خانہ

جیسے رستے میں کوئی ہو بیٹھے

دو طرف سے تھا کتّوں کا رستا

ہو گھڑی دو گھڑی تو دُتکاروں

چار جاتے ہیں چار آتے ہیں

کس سے کہتا پھروں یہ صحبت نغز

وہ جو ایواں تھا حجرے کے آگے

کوٹھا بوجھل ہوا تھا بیٹھ ے

ڑی تختہ ہر ا ی چھوٹ پڑا

میں تو حیران کار تھا اپنا

ا پتھر تھے مٹی تھی یکسر

پ خ کی کج روی نے ی تھا

کتنے اک لوگ اس طرف دھائے

مٹی لے لے گئے وہ ہاتھوں میں
صورت اس لڑکے کی آئی
آ کھول اِدھر اُدھر دیکھا
قدرتِ حق دکھائی دی آکر
دا ۃ ت کی کوٹھری میں لا رکھا
مومیائی کھلائی کچھ بلدی
غم ہوا سُن کے دو ت داروں کو
کہ مِری بود و ۃش یں نہ رہے
کاش جنگل میں جا کے میں ۃت
ای دو کُتّے ہوں تو میں ماروں
چار عف سے مغز کھاتے ہیں
کتّوں کا سا کہاں سے لاؤں مغز
اس کے ا۔ا بکھرنے ۔ لاگے
پنی ۔۔ میں اس کے پَیٹھ گَیٔ
۔گھاں آسمان ٹوٹ پڑا
کوئی اس دم نہ یر تھا اپنا
خاک میں مل گَیٔ تھا گھر کا گھر
پ خُدا مجھ سے میرا سیدھا تھا
ی مَلَک آسمان سے آئے
کام نے شکل پکڑی ۃتوں میں

ہم جو مرتے تھے جان سی پئی

اس ابی کو بھر دیکھا

یعنی نکلا در ت وہ گوہر

گھر کا غم طاق میں اٹھا رکھا

فرصت اس کو ا نے دی جلدی

پھر بندھا یہ خیال روں کو

گو تصرف میں یہ مکاں نہ رہے

شہر میں جا بہم نہ پہنچی کہیں

اب وہی گھر ہے بے سر و سایہ

دن کو ہے دھوپ رات کو ہے اوس

قصّہ کوت ہ دن اپنے کھوت ہوں

چار و چار پھر رہا میں وہیں

اور میں ہوں وہی فرو مایہ

خوابِ را ت ہے یں سے سَو سَو کوسوں

رات کے وقت گھر میں ہوت ہوں

نہ اش م کا نہ کچھ در کا!!

گھر ہے کاہے کا م ہے گھر کا

در ہجوِ خانۂ خود

کہ بہ سببِ شدگِ راں اب شدہ بود

جسمِ خاکی میں جس طرح جاں ہے
ظلمتیں اس کی . پہ روشن ہیں
ہے جو سرکوب اک بڑی دیوار
بختِ . دیکھ سارے پنلے
اب جو آیـ ہے موسمِ .سات
صحن میں آب نیزہ .لا ہے
مینھ میں گھر کے پنچ چھ
پ تلک تنکے تھے کچھ ایـ نئے
دل ہے کچھ یوں کا احساس مند
اس طرح خانہ ہم پہ زناں ہے
زنہ در گور ہم کئی تن ہیں
واں سے جھا تو ہے انھیرا غار
اس کے معمار نے اِدھر ڈھالے
دن کو ہے اپنے ہاں انھیری رات
کوچۂ موج ہے کہ نلہ ہے
ہم غریبوں کے ہوتے ہیں سر پ
سووَے پڑیوں کے گھونسلوں کو گئے
کہ جنھوں نے کیے ہیں جھا بند
پھوس کچھ ہے کہیں سو آڑ ہے
اُڑ گئی گھاس مٹی ہے والا

اپنے بندھن سے جو کہ چھوٹ ہے
کیا کہوں آہ گھر ہے کہنے کو
بند جھا ں کو کیجیے ۔کے
ٹھیکی دینے کو جا اڑے ہیں ہم
ٹٹّیاں تھیں جو آگے کے
۔ گلے . کھڑے ہیں پنی میں
اب تو اپنا بھی حال .۔ ہے
پنی بہہ کر جھکا جو ہے دالان
چاک اس ڈول سے ہے ہر دیوار
متصل ٹپکے ہے نہ .راں ہے
گھر کی صورت جو اَور ہوتی ہے
مینھ ۔ .رگی جو ٹوٹ پڑا
داسے پےنِ کار ٹوٹ بہے
بہہ گئے گولے تختے ڈوب گئے
موجِ خشتی ستون میں پیٹھی
.نس کو جھینگروں نے چاٹ ہے
ہے جو بندھن سو ی کا جالا
ہم پہ گوی وہ .نس ٹوٹ ہے
.ھتا ہوں مچان رہنے کو
یں تو ۔ آسمان ٹوٹ ہے

سر پہ ٹھٹھر لیے کھڑے ہیں ہم
بہتی پھرتی ہیں صحن میں گھر کے
خاک ہے ایسی زن گانی میں
سر پہ گٹھری ہے تِس پہ ہے
سر پہ رہتا ہے طرّۂ ایوان
جیسے چھاتی ہو عاشقوں کی فِگار
یہٗ زارِ سوگواراں ہے
چھت بھی بے اختیار روتی ہے
ٹی تختہ ہر اِ چھوت پڑا
طاقچے پھر رہے تھے پھوٹ بہے
غرض ا ائے سَقف خوب گئے
جانِ غم ک خون میں بیٹھی

۱.۲ مقصد :

اس اِکائی کا مقصد یہ ہے کہ آپ کو ب میں شامل مثنوی کی فنّی اور شعری خوبیوں سے متعارف کروا جائے۔اس اکائی کے مطالعے کے بعد طلبا سے توقع کی جاتی ہے کہ :

۱۔ وہ مثنوی ’’میرے گھر کا حال‘‘ کے موضوع پ اِظہارِ خیال کریں۔

۲۔ مثنوی کی تشریح ،فنّی و مفہوم سے واقف ہوں۔

۳۔ مطالعہ اور مشاہدہ سے اظہارِخیال کریں۔

تمہید :

میر تقی میر کا کمالِ شاعری بُنیادی طور پ صنفِ غزل میں ظاہر ہوا ہے لیکن ان کی شخصیت کو مکمل طور پ سمجھنے کے لئے ان کی مثنوی ت کا مطالعہ ضروری ہے کیوں کہ مثنویوں میں ان کی ذات کا انکشاف زی دہ کھل کر ہوا ہے۔ اب ت میر کی ۳۷ مثنوی ں سامنے آ چکی ہیں جن میں سے ۳۴ مثنوی ں کلیاتِ میر میں ہیں اور ب قی تین مثنوی ں ڈاکٹر َ ی ن چند جین نے دری فت کی ہیں۔ جو کلیاتِ میر حصّہ دوم میں شامل ہیں۔ میر کی ان تمام مثنویوں کو موضوعات کے اعتبار سے چار عنوا ت میں تقسیم کیا جا ت ہے :

(ا) عشقیہ (ب) واقعاتی (ج) مدحیہ (د) ہجویہ

مثنوی ''میرے گھر کا حال'' ہجویہ مثنوی ہے لیکن اسے میر کی سوانح مہ بھی کہا جا ت ہے اور ساتھ میں اسے شہر دہلی کے سوانح مہ سے بھی الگ نہیں دیکھا جا سکتا ہے۔ اس مثنوی میں میر نے اپنی ذات کے ساتھ ساتھ اپنے عہد کے ماحول کو بھی ہجو کا نہ بنای ہے۔ اس ہجو سے ای ایسی تصوی اُبھرتی ہے کہ ای نقاش میر کے مکان اور رہن سہن کی تصوی آج بھی بنا سکتا ہے۔ اپنے گھر کی ہجو لکھتے وقت میر کو اپنی عظمت کا بھی احساس تھا کہ اس معاشرے کا . سے ب ا شاعر ایسی خستہ حالی میں ز گی گُزار رہا ہے۔ اس کا گھر ایسا ہے جس میں ہر دم دب مرنے کا خیال رہتا ہے۔ اس گھر کی چھت بیٹھ گئی اور ان کا اس کے نیچے دب َ ی ۔ یہ دیکھ کر لوگ بھاگ کر آئے اور مٹی کو ہاتھوں سے ہٹا کر میر کے ب ٹے کو وہاں سے نکالا۔

مثنوی کا مطالعہ اور مشاہدہ ا ث و ت ثیر پیدا کر ت ہے اس میں تخیل نہیں ہے بل کہ وہ تلخی اور بیزاری ہے جو اس گھر کے جہنم میں رہنے سے پیدا ہوئی ہے جو اس عہد کی سیا ت و معاشرت کی دین تھی۔

تشریح :

1۔ میر تقی میر اپنے آپ سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ میں اپنے اس گھر کا حال کیا بیان کروں جو گھر نہیں بل کہ ای وی انہ ہے اور اسی وی انے نے مجھے بھی خستہ حال کر دی ہے۔

2۔ شاعر کہتے ہیں کہ گھر اس قدر ت ر ی ہے جیسے چاہِ ز ان اور میرا دل یوسفِ سخت جاں کی طرح تنگ ہے۔

اس شعر میں شاعر نے صنعتِ حُسنِ تلمیح سے کام لیا ہے۔شاعر نے حضرت یوسفؑ کے اُس ۔ ر واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ۔ حضرت کو ان کے سوتیلے بھائیوں نے ان کے والدِ محترم سے دُور ا یہ سیاہ چاہ میں قید کیا تھا۔ جہاں حضرت یوسفؑ عرصۂ دراز ۔ تکلیف میں رہے۔اب یہاں میرا اپنے ہی گھر میں قید ہیں، انھیں کس نے یہاں رکھا۔گو یہ اس عہد کے حالات ہی بیان کریں گے۔شاعر نے اس شعر میں اپنے عہد ہر طنز کیا ہے۔

3۔ ہر کسی کی خواہش ہوتی ہے کہ گھر کے سامنے کھُلا آنگن بھی ہو۔لیکن میر اپنی تمنّا کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

یہاں وقت گُزاری کے لئے آنگن بھی نہیں ہے اور ا ھیری کوٹھری میں شیشے کے ۔ ر یہ کنول روشنی کا کام دے رہے ہیں۔

4۔ مکان کی چار دیواری سینکڑوں جگہ جھُکی ہوئی خمیدہ ہے اور اَ ۔ رش کی وجہ سے یہ تھوڑی سی گیلی ہو جائے تو ہم گھبرا جاتے ہیں کہ کہیں یہ نہ جائے

5۔ دیواروں پ لگی نمکین مٹی دیواروں سے لگا ۔ رَ رہی ہے۔یہ دیکھ کر میرا یہ سرد آہ! بھرتے ہوئے کہتے ہیں کہ عمر ساری بے مزہ ٹ گئی۔

6۔ میر کے گھر کی چھت کچی تھی اس لئے کہتے ہیں کہ تیز ۔ رش سے گھر کی چھت چھلنی ہو گئی اور ہم لگا ۔ ر چھت کو دیکھتے رہ جاتے ہیں کہ ۔ رش ۔ تھمے۔

7۔ چھت چھلنی ہونے کی وجہ سے ۔ رش کا پ نی ا رٹپک رہا ہے اب اس کا علاج کیا ہو سکتا ہے ۔ ۔ مٹی سے چھت کے سوُراخ بھرتے رہیں گے۔

8۔ چھت سے پ نی اس قدر ا رآ یہ کہ کہیں بھی ۔ ۔ کو جگہ نہیں ہے۔تمام گھر کیچڑ اور دلدل سے بھرا ہوا ہے۔

9۔ جو بھی اس مکان کی حا ۔ دیکھتا ہے اُس کی آنکھوں میں آ آ جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے اللہ اب اہلِ خانہ کا پ دہ اس گھر میں کس طرح ۔ قی رہے گا جہاں دن رات ۔ رش ہوتی ہے۔

10۔ دن رات مسلسل . رش ہونے کی وجہ سے چھت چھلنی ہوگئی، پ نی ا٭ را َ ی اور کچھ پ نی دیواروں میں اس طرح ٭ ب ہو َ ی کہ دیواروں پ . ر ی سبز پودا اُگ آئی۔ میر نے اس شعر میں دیواروں کو سبز پتّے سے تشبیہہ دی ہے کہ دیواروں کا ر َ پ نی کی وجہ سے سبز پتّے کی طرح بن َ ی ہے۔

11۔ دیواریں ہوا میں کا پ ت اور تھر تھراتی آتی ہیں ان پ نئی تعمیر کے لئے ا ی ا بھی نہیں رکھ ت۔ یعنی اب دیوار ی ا کا بوجھ بھی نہیں . دا ش ی کر سکتی۔

12۔ ہَوا میں تھر تھرانے والی کمزور اور کھُر دری دیواروں کو کیچڑ اور گارہ تھوپ کر سوُ راخ بند کِئے ہیں۔

13-14۔ مزی یہ کہ اس کھُر دری دیوار میں ساز و سامان ر ٭ کا کوئی تختہ بھی نہیں ہے جس سے دیوار ی چھت کو ھچا ت۔ صرف ا ی پھٹا ہوا بور ی ہے۔ اس کو کہاں کہاں استعمال کریں۔ دیواروں پ ڈالیں ی خود کے لئے بچھا ؟

15۔ گھر میں جو مضبوط کمرہ ہے اُس کی حا ت عاشق کے دل کی طرح شکستہ ہے۔ جس کی منظر کشی میر نے بہت ہی عمدہ ا٭ از میں کی ہے۔ گھر کا منظر کچھ یوں بیان کیا ہے جیسے ہم خود اس کمرے میں بیٹھ کر ہر چیز دیکھ رہے ہیں۔

16۔ کمرے کی حا ت شاعر بیان کر رہے ہیں کہ کہیں سوُ راخ ہے، کہیں فرش پھٹا ہوا ہے اور کہیں دیواروں سے مٹی اِتنی زی دہ َ ی ہے کہ ڈھیر جمع ہوئے ہیں۔

17۔ کسی جگہ . ڑے چوہے نے کھدائی کی ہے اور کہیں چوہے سوُ راخ سے سر . ہر نکال رہے ہیں۔

18۔ ایسا لگتا ہے کہ یہ گھر کسی ا ن کا نہیں بل کہ . بودار چوہے کا ہے جہاں اس کی . بو سے مچھروں سے گھر بھرا ہوا ہوت ہے اور ہر کونے میں شور کرتے رہتے ہیں۔

19۔ اس گھر میں کہیں ی کے جالے لٹکے ہوئے ہیں اور کہیں نمی سے پیدا ہونے والے کیڑے جھینگر کے بے مزہ ٭ لے سُنائی دیتے ہیں۔

20۔ جگہ جگہ دیواروں کے کونے ٹوٹے ہیں، طاق پھوٹے ہیں اور پتھر اپنی جگہ سے چھوٹ کر َ تے ہوئے آ

رہے ہیں۔

21۔ ا اور چو نکہیں سے َ ت ہے۔اتنا کچھ ہونے کے ِ وجود بھی اسی کمرے میں رہنا پ ٹ ہے،دن رات جی اس کمرے کا طواف کرت رہتا ہے۔

22۔ شاعراللہ کی ِ رگاہ میں فر ِ دکرتے ہیں کہ ِ رب اب میں ا ِ دھراودھر سے کون سی دیوارر کھ کر گھر تعمیر کروں۔ وہ دیواریں کہاں سے لاؤں۔میر کی یہ سرد آہ! دل کو چھوُ جاتی ہے۔

23۔ . ِ اس گھر میں چار ِ پ ئی بچھوائی تو ِ سے پہلے یہاں چھپکلی نمودار ہوئی۔

24۔ زہر اور کوڑھ جیسی لاعلاج بیمار ِ یں ہرجگہ اس گھر سے ظاہر ہورہی ہیں۔

25۔ گھر کے ا ِ رمچھر اتنے ٹ ِے ٹ ِے داخل ہوئے ہیں کہ ان کا قد مکھی کی طرح ہے انھیں دیکھ کر لگتا ہے کہ یہ مچھر نہیں مکھیاں ہیں۔

26۔ اس کمرے کے آگے ا ِ گھر ہے جو اس (میر) مفلس، درویش کا گھر ہے۔

27۔ اس گھر کی چھت کے شہتیر سبھی دھو سے سیاہ ہیں جن ِ پ ہر وقت نگاہیں جمی رہتی ہیں کہ نہ جانے ِ چھت سے کیا آن َ ے۔

28۔ اس چھت سے کبھی کوئی سا ِ پ کا بچہ پھرت ہے کبھی یہاں سے کوئی ایسا کیڑا َ ت ہے جس کے ہزار پیر ہوں۔

29۔ چھت کا کوئی تختہ کہیں سے توٹ ہوا آت ہے اور کہیں مکان کو سہارا دینے والا لکڑی کا ستوُن الگ ہوت دکھائی دیتا ہے۔

30۔ گھر کی اس حا ت کو دیکھ کر ہمیشہ موت مدِ رہتی ہے، گو ِ یہ ز کا گھر نہیں بل کہ موت کا گھر ہے۔ ہر وقت یہی سوچتے رہتے ہیں کہ نہ جانے ِ چھت َ جائے اور ہم اس میں ز ِ ہ دفن ہو جا ۔

31۔ چھت کی حا ت سُدھارنے کے لئے ِ ِ اس ِ پ مٹی ڈالی تو شہتیر اس مٹی کا بوجھ ِ دا ش ت نہیں کر سکے اور ان کی حا ت کمان جیسی ہوگئی۔یعنی وہ جھُک گئے۔

32۔ بے چین اور مضطرب ہو کر جو زیادہ مٹی بچھائی تو دیکھا کہ ہر شہتیر پہ بوجھ زیادہ ہے جو مسلسل اس تکلیف کو برداشت کر رہے ہیں۔

33۔ اب چھت پہ زیادہ مٹی بھی نہیں ڈال سکتے کیوں کہ یہ چھت کو ڈھانپنے کے بجائے اس کی حالت کمزور کر رہی ہے۔

34۔ چھت کی مضبوطی کے لئے جو حد سے زیادہ لکڑی کے کھمبے نصب کئے گئے ہیں ان کو دیکھ کر لگتا ہے کہ یہ مکان نہیں ہے بل کہ خالص ستونوں سے بنایا ہوا کوئی کمزور ہے۔

35۔ دیواروں سے مُسلسل نے والی مٹی کی وجہ سے دروازے کے سامنے ڈھیر جمع ہو یا ہے اور کہیں کہیں دیواروں کے درمیان سے ا بھی رہی ہیں۔

36۔ نہایت مایوسی کے عالم میں میر کہہ رہے ہیں کہ آج تک جو عمر بسر کی اس خانہ ٔ اب میں رہے اور جو باقی ماندہ عُمر ہے وہ بھی اسی خستہ حال مکان میں گُزارنی ہے۔

37۔ دیواروں کے کنارے اس قدر کمزور ہیں کہ ایک چادر کا بوجھ بھی نہیں سنبھال سمگیں۔

38۔ تو تو، مینا جیسے پرندوں کا وزن بھی یہ دیوار سنبھال نہیں سکتی۔ تو تو مینا کی تو بات ہی نہیں اگر کبھی پودنہ جیسا چھوٹا پرندہ دیوار پہ بیٹھ جائے تو قیامت برپا ہو جاتی کہ اب دیوار گر جائے گی۔

39۔ ساون کے آتے ہی دیواریں پتنگوں کی صورت تھرتھراتی رہتی تھیں اور فکر رہتی تھی کہ اس بار ساون کیسے کٹے گا۔

40-41۔ اب اتفاق کچھ ایسا ہو گیا ہے کہ ہمیں فکر لاحق ہو گئی ہے سبھی لوگ پتنگوں کو اُڑانے کے لئے کہہ رہے ہیں۔ جس سے ہمیں پریشانی ہو جاتی ہے۔

42۔ اگر کبھی کوئی تیتری اُڑ کر دیوار پہ بیٹھ جائے تو جان کے لالے پڑ جاتے ہیں گے۔ اُڑتی ہوئی تیتری کو دیکھتے رہ جاتے ہیں کہ کہیں یہ دیوار پہ بیٹھ کر قیامت نہ برپا کر دے۔

43۔ دیوار کی یہ خستہ حا ت دیکھ کر فکرمند ہو جاتے ہیں کہ کہیں یہ کھسک کر قیامت نہ. پ ہو جائے۔

44۔ ای دن دیوار پ ای کوّا بے فکر ہو کر آ کے بیٹھا۔

۱.۵ مشق کے لئے اپنی معلوٗمات کی جانچ۔

۱.۵.۱ مثنوی ''میرے گھر کا حال'' میں سے کوئی پ نچ اشعار کی تشریح کیجئے۔

۱.۵.۲ مثنوی میں سے اپنے پسند ہ کوئی پ نچ اشعار منتخب کیجئے۔

۱.٦ مندرجہ ذیل اشعار کو مکمل کیجئے۔مثنوی ''میرے گھر کا حال''

۱.٦.۱ ا چو. کہیں سےَ ت ہے ....

۱.٦.۲ دو طرف سے تھا کتّوں کا رستا ....

۱.۷ نیچے کچھ. مکمل شعر دئے گئے ہیں، آپ کو نیچے دئے گئے الفاظ کی مدد سے انہیں پورا کر. ہے۔

۱.۷.۱ ....

....

مثنوی ''دریائے عشق''

سبق ۷

عِشق ہے تازہ کار تازہ خیال
دل میں جا کر کہیں تو درد ہوا
کہیں آنکھوں سے خون ہو کے بہا
کہیں رونا ہوا ندامت کا
گہہ نمک اُس کو داغ کا پایا
واں طپیدن ہوا جگر کے بیچ
کہیں آنسو کی یہ سرایت ہے
تھا کسی دل میں نالۂ جانکاہ
تھا کسو کی پلک کی غمناکی
کہیں شورش ہے دل کی تنگی کا
کہیں از وہ جان آگہ تھا
کہیں عشاق کی زبان ہوا
ہے کہیں دل جگر کی بیتابی
کسو چہرے کا رنگ زرد ہوا
طور پر جا کے شعلہ پیشہ رہا
کہیں نے بست کو لگائی آگ
کبھو افغان مرغ گلشن تھا
کسو مسلخ میں جا قندارہ ہوا

ہر جگہ اس کی اک نئی ہے چال
کہیں ۔ٔ میں آہ سرد ہوا
کہیں سر میں جنون ہوکے رہا
کہیں ہنسنا ہوا ۔ ا ۔ کا
گہہ پتنگا پ اغ کا ۔۔
ںی تبسم ہے زخمِ ۔ کے ۔
کہیں یہ خونچکاں شکا ۔ ہے
ہے کسو ۔ پہ ۔تواں اک آہ
ہے کسو خاطروں کی غمنا کی
کہیں مو۔ ۔ شکستہ رنگی کا
سوزش سینہ ای جا گہہ تھا
کہیں ا۔ وہ جاں گداز ہوا
تھا کسو مضطرب کی ابی
کسو محمل کی رہ کی َ د ہوا
جیتوں میں شرار تیشہ رہا
کہیں تیغ وگلو میں رکھی لاگ
کبھو قمری کا طوق َ دن تھا
کوئی دل ہو کے پ رہ پ رہ ہوا
ای عالم میں دردمندی کی
ای دل سے اُٹھے ہے ہو کر دود
اک زمانے میں دل کی خواہش تھا
کہیں بیٹھے ہے جی میں ہو کر چاہ

خار خارِ دلِ غریباں ہے
کہیں شیون ہے اہلِ ماتم کا
آرزو تھا اُمیدواروں کی
نمک زخم سینہ ریشاں ہے
حسرت آلود آہ تھا یہ کہیں
کشش اس کی ہے ای اعجوبہ
کون محرومِ وصل یں سے َی
کام میں اپنے عشق پکّا ہے
جس کو ہو اُس کی التفات نصیب
ایسی تقری. ڈھونڈھ لا ہے
ای محفل میں جا پسندی کی
ای . پ سخن ہے خون آلود
اک سمیں میں جگر کی کاہش تھا
کہیں رہتا ہے قتل ے ہمراہ
انتظارِ بلا نصیباں ہے
کہیں نو ہے جان پ غم کا
دردمندی جگر نگاروں کی
نگہہ یس مہرکیشاں ہے
شوق کی ی نگاہ تھا یہ کہیں
ڈو. عاشق تو یر بھی ڈو.
کہ نہ یر اُس کا پھر جہاں سے َی
ہاں یہ َ ساز پکّا ہے

ہے وہ مہمانِ چند روزہ غریب
کہ وہ چار جی سے جاتا ہے

آغاز قصّۂ جانگداز

ایک جا اک جوان رعنا تھا
عشق رکھتا تھا اُس کی چھاتی میں
شوق تھا اُس کو صورتِ خوش سے
تھا طرحدار آپ بھی لیکن
کوئی ترکیب اَ آتی
لالہ رخسار و سرو بالا تھا
دل وہ رکھتا تھا موم سے بھی نرم
اُنس رکھتا تھا وضعِ دلکش سے
رہ نہ سکتا تھا اچھی صورت بن
صورتِ حال اور ہو جاتی
دیکھتا اَ وہ کوئی خوش پُرکار
زلف ہوتی کسو کی اَ برہم
دیکھتا اَ کہیں وہ چشمِ سیاہ
سر میں تھا شور شوق دل میں تھا
الغرض وہ جوانِ خوش اسلوب
ایک دن بے کلی سے گھبرایا
کسو گل پر س وہ صنم ٹھہرا
اک خیابان میں سے ہو نکلا

نہ تسلّی ہوا دلِ بیۃ ب
دل کی واشد سے بے توقع ہو
دیکھ گلشن کو اُمیدانہ
دل کے رُکنے کا اُس کو اک غم تھا
گہہ اُس کوچہ سے ار ہوا
اِی غرفے سے اِی مہ پرہ
پڑ گئی اُس پہ اک اُس کی
تھی یہ کہ جی کی آفت تھی
ہوش جاتا رہا نگاہ کے ساتھ
بیقراری نے کج ادائی کی
مُنھ جو اُس کا طرف سے اس کے پھرا
وہ تو رتے نہ تھی خیال اُس کا
جھاڑ دامن کے تئیں وہ مہہ پرہ
رہتا خمیازہ کش ہی لیل و نہار
دیکھتے اُس کے حال کو درہم
دل سے بے اختیار کرتے آہ
عشق ہی اُس کے آب و گل میں تھا
شکیبا رہے تھا بے محبوب
سیر کرنے کو غ میں آی
کہیں سبزے میں اِی دم ٹھہرا
اِی سائے تلے سے رو نکلا
نہ تھا چشمِ سے خونِ ب

ہر شجر کے تلے بہت سارو

مُنھ کیا اُن نے جا . خانہ

راہ چلنے میں خیال درہم تھا

آفت تـ زہ سے دو چار ہوا

تھی طرف اُس کے َ م رہ

پھر نہ آئی اُسے خبر اُس کی

وہ ہی وداعِ طاقت تھی

صبر رخصت ہوا اک آہ کے ساتھ

تـب و طاقت نے بے وفائی کی

مضطرب ہو کے خاک پہ یہ َ ا

بیطرح ہووے گو کہ حال اُس کا

اُٹھ گئی سامنے سے یکبارہ

وہ گئی اُس کے سر بلا آئی

دل پہ کرنے لگا طپیدن ز

ہاتھ جانے لگا َ یہاں ت

طبع نے اک جنوں کیا پیدا

سوزشِ دل نے جی میں جاگہہ کی

بسترِ خاک پہ َ ا وہ زار

خاطر افگار خار خار ہوئی

اپس کے مُنھ پہ پڑی جو اُس کی نِگاہ

خو ہوئی نالہَ بیں کے ساتھ

ہو نٹھ سوکھے تو خونِ ب

خلق اُس کی ہوئی تماشائی
کچھ کہا کسو نے شفقت سے
جا کے اُس کے قریب در بیٹھا
دل نہ سمجھا کہ اضطراب کیا
جو کہ سمجھے تھے اُس کو دیوانہ
عاشق اُس کو کسو کا جان گئے
کیو ہم معاش تھی کی
وارث اُس کے بھی گمان ہوئے
مشورت تھی کہ مار ہی ڈالیں
پھر یہ ٹھہری کہ ہونگے ہم نم
کیا گنہہ تھا کہ یہ جواں مارا
خاک میں مل گئی وہ رعنائی
رنگ چہرے سے کر پرواز
چاک کے پھیلے پئوں داماں
اشک نے رنگِ خوں کیا پیدا
داغ نے آ جگر کو آتش دی
درد کا گھر ہوا دل بیمار
جاں تمنّا کش نگار ہوئی
اُمیدی کے ساتھ ہی سر کی آہ
رابطہ آہِ آتشیں کے ساتھ
خواب و خور دونوں کو جواب
نہ وہ دیکھنے کبھو آئی

رو دی اُن نے ای حسرت سے
قصد مرنے کا اپنے کر بیٹھا
شوق نے کام کو اب کیا
رحم کرتے تھے آشنا ی نہ
. بُرا اس ادا کو مان گئے
ای جا بود و .ش تھی . کی
در پئے دشمنِ جان ہوئے
دفعتاً اُس بلا کے تئیں ٹلیں
سُن کے آ کہیں گے خاص و عام
کِن نے مارا اُسے کہاں مارا
ہووے یہ خون خفتہ بیدار
کیجیے ای ڈھب سے اس کو تنگ
تہمت خبط رکھیے اُس کے سر
دے کے دیوانہ اُس جواں کو قرار
ای نے سخت کہہ کے تنگ کِیا
ای آی تو ہاتھ میں شمشیر
کی اشارت کہ کو دکانِ شہر
چہ ہنگامہ اُس کے سر پ تھا
محو تھا اُس کے یہ خیال کے تپ
ہونٹھ پ محسن کا بیان اُس کا
ای دم آہِ سرد بھر اُٹھنا
جی میں کہتا کہ آہ مشکل ہے

دو ۔ کو میرے ۔م سے ہے ننگ
چشمِ ۔ سے لہو بہا کرۃ
کالے نسیمِ سحر یہ اس سے کہہ
ان بلاؤں میں کوئی کیو جیے
جان دوں تیرے واسطے سو تو
رفتہ رفتہ ہوا ہوں سودائی
۔م کو بھی ترے نہ جا۔ آہ
۔اُمیدانہ َ کروں ہوں نگاہ
سخت مشکل ہے سخت ہے بیداد
کھینچی ہووے خفتِ ۔یر
ۃ نہ عا۔ ہو اپنی جا۔ ننگ
کیجیے سنگسار اپس کو پھر
ہو گئے سارے در پئے آزار
ا۔ نے آ کے زیرِ سنگ کِیا
ا۔ بولا کہ اب ہے کیا ۔خیر
آئے لبر۔ غصّۂ و۔ قہر
ا۔ روئے دل اُس کا اودھر تھا
تھا َ فتار اپنے حال کے ۃ
تھا سرو سنگ آستاں اُس کا
۔لۂ َ م گاہ کر اُٹھنا
اس طرف ۔ نگاہ مشکل ہے
دشمنوں سے ہے جی پہ عرصہ تنگ

صبح کے . د سے کہا کرتے

مت تغافل کر اور غافل رہ

جان پ آ بنی ہے تیرے لیے

آ اُٹھا کر ادھر نہ دیکھے کبھو

دور پہو ہے میری رسوائی

. ت کیو سخن کی نکلے راہ

دیکھتا ہوں ہزار روزِ سیاہ

ا میں خوں َ فتہ سو جلاّد

کوئی مشفق نہیں کہ ہو وے شفیق

. لہ ہوت ہے گھہ گھے دل جو

آہ جو ہمدمی سی کرتی ہے

چشم ر ت ہے وصل کی یہ دل

ورنہ ت کیب یہ کہاں ہوتی

اب ٹھہرت نہیں ہے پئے ثبات

راں سے سخت ہوں دل تنگ

محرم ت نگاہ بیش نہیں

کیو کہیے کہ تو نہیں آگاہ

کچھ چھپا تو نہیں رہا یہ راز

بس تغافل ہوا ت حم کر

کون کہتا ہے رہ نہ محوِ . ز

اُن بلاؤں پہ ان نے صبر کیا

اس طرف کا نہ دیکھنا چھوڑا

اور یہ ما. ا ہوا مشہور
دیکھ کر اُس کو ر و اب
مُنھ پ اُس کے جو رَ خون نہیں
ہے نگہہ اُس کی جس طرف مائل
. . ہوا ذکر اقل واکثر میں
عشق بے پ دہ . . فسانہ ہوا
گھر میں جا بہرِ دفعِ رسوائی
بیکسی بن نہیں ہے کوئی رفیق
َ یہ آ سے پونچھتا ہے کبھو
اب تو وہ بھی کمی سی کرتی ہے
جی ہے اس سے اسیرِ آب و ِگل
صورت اک معنی نہاں ہوتی
ا۔ میں اور کتنے تصدیعات
شیشۂ دل نہیں ہے پ رۂ سنگ
کم ہے ۔ میں جا کہ ریش نہیں
اک قیامت بپا ہے یں سرِ راہ
اک جہاں اس سے ہے غبر پ واز
گوشِ دل جانبِ تظلم کر
پ نہ اتنا کہ جی سے جائے ز
اختیار اپنے جی پہ جبر ِکیا
اس کے ا۔ وہ سے نہ مُنھ موڑ
شور رسوائیوں کا پہو دور

جا٘ ہر اک نے عاشقِ بیتب
عشق ہے اس کو یہ جنون نہیں
اُس طرف ہی یَ ہے اس کا دل
چاہ ش۔ت ہوئی اُسے گھر میں
مضطرب کد ٘ ائے خانہ ہوا
بیٹھ کر مشورت یہ ٹھہرئی
یں سے یہ غیرت مہہ ت۔ں
ش۔ محافے میں اُس کو کر کے سوار
پر دریِ کے جلد رخصت کی
گھر تکا اک آشنا کا مدِّ نِگاہ
ہووے ۔۔ اس بلا سے خاطر جمع
گھر سے ۔ہر محافہ جو نکلا
طپش دل سے ہو کے یہ آگاہ
واں کے رہنے سے اُس کام نہ تھا
جس سے جی کو کمال ہو اُلفت
جنبش اُس کی پلک کو یَ داں ہو
واں اَ موشکست کا ہو ۔ب
واں اَ پوَں میں لگے ہے خار
یر کو درد چشم اَ ہووے
چاک دامن ہیں واں پے ز
واں دہن تنگ یں ہے دل تنگی
د ت افشاں وہ پڑے کو ۔ں یہ

قطرہ زن اشک سادہ راہ تمام
ہر قدم تھا زبن پ جاری
ہمسری اُس کی تھی میسّر .
شوق مضرط نے بے تہی کی سخت
رفتہ رفتہ سخن ہوئے نلے
جا کے چندے کہیں رہے پنہاں
ساتھ دے ای وایۂ غدّار
اس طرح فکر رفع تحعت کی
واں ہو روپوش تیہ غیرتِ ماہ
نور افزائے خانہ ہو جوں شمع
اس جواں ہی کے پس ہو نکلا
ہو لیا ساتھ اُس کے بھر کر آہ
وہ گلی اس کا کچھ مقام نہ تھا
جس سے دل کی درت ہو نسبت
دل میں یں کاوش یں ہو
یں رگ جاں کو ہووے تپ و تب
دل سے یں سر نکالے ہے یکبار
چشم عاشق لہو میں ت ہووے
یں َیباں ہے چاک گلی کی صفت
حسن اور عشق میں ہے ی رنگی
تھا محافے کے ساتھ َم رہ
در پۓ یر تھا یہ بے آرام

خواب ہے ی کہ ہے یہ بیداری

ہے مجھے بخت واژگوں سے عجب

نوشکیبی نے دل سے ھا رن

اُڑنے لگے جگر کے پ کالے

اضطرابِ دلی نے زور کِیا

دل کے غم کو زبن پ لای

کالے جفا پیشۂ و تغافل کیش

مُنھ چھپای ہے تونے اس پ بھی

صبر کس کس بلا سے کر روں

منزلِ وصل دور میں کم پ

ہے تو دی دل سے اے طناز

ز نے ی نہ رخصت دی

تو تو واں زلف کو بنای کی

تجھ کو تھی اپنے خال رُخ پہ نگاہ

تجھ کو مد تھی اپنی چال

بستر خواب پ تجھے آرام

واں لگ لعل تیرے خنداں تھے

ز و خوبی نے دل دی نہ تجھے

اب تغافل نہ کر تلطف کر

گوشِ زودایہ کے ہوئے یہ سخن

پس اُس کو بُلا تسلّی کی

کاے ستم دیۂ غمِ دوری

زار لی نہ کر شکیبا ہو
دل قوی رکھ نہ جی کو کاہش دے

سخت دل تنگ تھی یہ غیرت ماہ
انن نے بے اختیار شور کیا

آفتِ زہ جان پ لایہ
اک سے زیں نہیں کچھ بیش

نگہہ التفات ایھر بھی
چارہ اس بن نہیں کہ مرَ روں

تجھ کو اس مرتبے میں استغنا
لیک تجھ سفر ہے دور دراز

آ نے تجھے نہ فرصت دی
جان یں تپ و ب کھایہ کی

دل مِرا مبتلائے داغِ سیاہ
میں ستمکش ہوا کِیا پمال

مجھ کو خمیازہ کھینچنے سے کام
یں فشروہ جگر پہ ذ اں تھے

رحم سے آشنا کِیا نہ تُجھے
حال پ میرے ٹ سف کر

تھی وہ اُستاد کا رحیلۂ وفن
وعدۂ ول سے تشفی کی

ہو چکا اب زمانِ مہجوری
عِشق کا راز نہ رسوا ہو

چل کوئی دم کو داد خواہش دے
قطع تُجھ بِن نہ ہو سکی تھی راہ
چہ یہ حُسنِ اتفاق سے ہے
تیرے آنے سے دل کشادہ ہوا
بزمِ ت کریں گے بہم ساز
دے کر اُس کو فریب ساتھ لیا
لیک در پہ وہ اُن نے یہ ٹھانی
یہ تو دل تفتۂ محبّت تھا
وقت ندی تھا جو آ پہو
آب کیسا کہ تجر تھا ذخسار
موج کا ہر کنا یہ طوفاں پہ
ہمکنار بلا ہر اک داب
زِ موج نہ دیکھا
کشتی اک آن کر ہوئی موجود
کی کنارے پہ لا کے استادہ
اس میں جلد جا پہو
نچ دری میں دایہ نے جا کر
بھینکی پانی کی سطح پہ اِک بار
حیف تیرے نگار کی پاپوش
غیرتِ عشق ہے تو لا اُس کو
اُس طرف آب کے اُترتی ہے
پاؤں اُس کے جو ہیں نگار آلود

جس کفِ پ کو رَ عمل ہو ر
اُس کی بھی ب اشتیاق سے ہے
نشۂ دوستی زیدہ ہوا
ہو جواب اپنے دو ت کا دمساز
دِلِ عاشق کو اپنے ہاتھ لِیا
کیجیے اس سے خصمی جانی
سخت وار فتۂ محبّت تھا
ت سرِ آب پ بپا پہو
تند و موّاج وتیرۂ و تہہ وار
مارے چشمک حباب عمّاں پ
لہجہ سرمایہ بخش تیرہ سحاب
ساحل اُس کا نہ خشک دیکھا
ہو فلک سے ہلال جیسے نمود
تھا محافہ رکوب آمادہ
یہ بھی واں ساتھ ہی لگا پہو
کفش اس گل کی اس کو دکھلا کر
اور بولی کہ اوجگر افگار
موجِ دریِ سے ہووے ہم آغوش
چھوڑ مت یوں ہنہ پ اُس کو
اس نواحی کی سیر کر ہے
ظلم ہے ہوویں غبار آلود
منصفی ہے کہ خار سے ہو فگار

ان پہ ‌ی میں گل سے ہوں جو ‌پ ‌ے
یہ روا ہے تو اپنے حال پہ رو
جی اَ تھا عز‌ی‌ز اے ‌کام
سُن کے یہ حرف دایۂ مکار
بے خبر کارِ عِشق کی تہہ سے
تھا میں ‌ی کہ در‌ی میں
کھینچ ‌َ‌ی قعر کو یہ گوہرِ ‌ب
کہتے ہیں ڈوبتے اُچھلتے ہیں
ڈوبے جو یوں کہیں وہ جا نِکلے
عشق نے آہ کھو د‌ی اُس کو
‌. کہ در‌ی میں ڈوب کر وہ جوان
دایۂ حیلہ ‌َ ہوئی دل شاد
خار خار دلی سے فارغ ہو
یہ نہ سمجھی کہ عشق آفت ہے
خاک ہو کیوں نہ عاشق بیدل
وصل جیتے نہ ہو میسّر اَ
‌ی‌ں سے عاشق اَ گئے ‌شاد
قصّہ کوت‌ہ بعد ‌ی ہفتہ
کہنے لاگی کہ اب تو اے وایہ
اب تو وہ ننگ در میاں سے ‌َ‌ی
تجھے جو ہنگامے اس کے حد سے ز‌ی‌د
آبلہ چشم کو سیاہ کرے

مفت ․موسِ عشق کو مت کھو

کیوں عبث عشق کو کِیا ․․م

دل سے اُس کے َیِ شکیب و قرار

․ ․ کی اُن نے اپنی جاگہہ سے

موج زنجیر ہو گئی پ میں

تھی کشش عشق کی تہہ آب

لیکن ایسے کوئی ․ ․ ہیں

غرق دریئے عشق کیا نکلے

آ․ آ․ ڈبو دیِ اُس کو

کھو َیِ گوہرِ َ امی جان

واں سے کشتی چلی ․نگِ ․د

لے گئی پر اُس گلِ نو کو

فتنہ سازی میں اک قیامت ہے

کام سے اپنے یہ نہیں غافل

لادے معشوق کو یہ ․․․ پ

خاک خو․ں بھی اُن نے دی ․․د

آئی وہ رشک مہہ زخود رفتہ

ہو َیِ غرق وہ فرد مایہ

آرزو مند اس جہاں سے َیِ

ساتھ اُس کے گئے وے شور و فساد

شور فتنے تھے اس تلک سارے

دل ٹپتا ہے متصل میرا

وحشتِ طبع اب تو افزوں ہے
بے دماغی کمال ہوتی ہے
دل کوئی دم میں خون ہوو
بے کلی جی کو تب دیتی ہے
جی میں آتی ہے ہوں بیابانی
مصلحت ہے کہ مجھ کو لے چل گھر
گاہ بشنذ کہ دل مِرا وا ہو
دایہ بولی کہ اے سراپا ناز
اب تو میں فتنے کو سُلایا ہے
کون مانع ہے گھر کے چلنے کا
ہو محافے ہیں دل خوشی سے سوار
دل سے اپنے پر کے غم کم کر
کر ملاقات ہمدموں سے تو
یہ نہ سوچی کہ بلا ہے عِشق
جس کسو سے یہ پیار رکھتا ہے
بس سے اپنے کرے ہے کام
صبح گاہاں وہ غیرتِ خورشید
پہنچو نصف النہار دریا پہ
حد سے افزوں جو بیقرار ہوئی
اب تو میاں نہیں رہے
مرغ بسلم ہے یہ کہ دل میرا
حال جی کا مِرے دگرگوں ہے

جان تن کے وہاں ہوتی ہے
آج کل میں جنون ہووے گا
طاقت دل جو اب دیتی ہے
پ کہوں ہوں کہ ہے یہ ٠دانی
ی دودم رہیں گے دری پ
ورنہ کیا جانیئے کہ پھر کیا ہو
حُسن کا در پہ تیرے روئے ز
اس بلا کے تئیں بٹھای ہے
سدّ رہ کون ہے ٠٠ کا
شاد شاداں کر آب سے تو ٠ار
مادرِ مہر.ں کو خرّم کر
م .زی ہو محرموں سے تو
گھات میں اپنی لگ رہا ہے عشق
عاقبت اُس کو مار رتے ہے
عاشق مردہ سے بھی لے ہے کام
اس جگہ سے رواں ہوئی نومید
روئی بے اختیار دری پ
دایہ کشتی میں لے سوار ہوئی
حرف زن یوں ہوئی کہ اے دایہ
موج سے تھا کدھر کو ہم آغوش
تجھ کو آی کہاں آ کر
مجھ کو دیجو ن اُس جا کا

ہوں میں ۔ آشنائے سیرِ آب
لجہ کِیا لطمہ کس کو کہتے ہیں
ہیں میسّر کہاں یہ سیرِ عبور
میں َ چہ دایہ تھی کامِل
یہ نہ سمجھی کہ ہے فریـ. عشق
ٔپ دریـ کے جا کہا یہ حرف
یں وہ بیٹھا حباب کے ما
سُنتے ہی یہ کہاں کہاں َ کر
موج ہر اک کمند شوق تھی آہ
دام گستردہ عشق تھا تہہ آب
حسن موجوں میں یوں آوے
تھیں وہ اُس کی حنائی انگشتاں
سر پہ جس دم کہ آب ہو کے بہا
کشش ِعِشق آ ٔ اُس مہہ کو
کودے خواص و آشناق سارے
کھینچ کر کوفت ۔ ہوئے بیتاب
جا ہم آ ٔش مردہ یر ہوئی
یں َا تھا کہاں وہ کم مایہ
تھا تلاطم سے کس طرف ہمدوش
پھر جو ڈو. تو کس جگہ جا کر
میں بھی دیکھوں ٔوش دریـ کا
ٔشناسا لئے موجۂ دَ داب

گھر میں ہم ۔م سُنتے رہتے ہیں
اتفاقی ہیں اس طرح کے امور
لیک تہہ سے سخن کے تھی غافل
ہے یہ مہہ پرہ ۔ شکیبِ عشق
یں ہوا تھا وہ ما۔ائے شگرف
پھر نہ تھا کچھ سراب کے ما
پڑی قصد یک جاں کر کر
لپٹی اپس کو ۔ مارِ سیاہ
جس کے حلقے تمام تھے داب
نورِ مہتاب جیسے لہراوے
غیرت افزائے غنچۂ مرجاں
سطح پنی کا آئینہ سا رہا
لے گئی کھینچتی ہوئی تہہ کو
بمقدور د و پ مارے
نہ لگا ہاتھ وہ دُرِ یب
تہہ میں دری کے ہمکنار ہوئی
پک کی ز۔گی کی آرایئش
سر ٹپکتی جو گھر گئی دایہ
اب وعم مادر و ۔ادر ۔
دار و دستہ تمام اُس گل کا
سوئے دری رواں ہوئے یں
خلق یکجا ہوئی کنارے پ

دام داروں سے . نے کام لِیا
نکلے .ہم وے موئے نکلے

ربط چسپاں بہم ہو یا تھا
ای کا ہاتھ ای کی .لین

جو ان کو آن کرتے تھے
کیا لکھوں مل رہے وہ وصلی وار

کیوں نہ دشوار ہووے اتکا فصل
حیرت کار عِشق سے مردم

ہو کے د ت و بغل کی آسایٔش
آفت اک لے گئی نئی دایہ

خاک افشاں بسر و ٠له بلب
تک آ کر تجمّل کا

آتشِ حم سے دل جگر . یں
حشر . پ ہوئی کنارے پ

آ٠ اُن کو اسیرِ دام کِیا
دونوں د ت و بغل ہوئے نکلے

مر گئے پ بھی شوق پیدا تھا
ای کے . سے ای کو تسکین

ای قا . گمان کرتے تھے
ہم دَ سے . ا ہوئے دشوار

جان دی ے ہوا ہو جن کا وصل
شکل تصوی آپ میں تھے گم

مقولۂ شاعر

میر اب شاعری کو کر موقوف
قدرت اپنی جہاں دکھاتا ہے
کتنی وسعت ہے بیاں میں ہے
عشق ہے ایک فتنۂ معروف
اس سے جو تو کہے سو آتا ہے
کتنی طاقت تری زباں میں ہے
پہ اب مُہرِ خامشی بہتر
یں سخن کی فرامشی بہتر

مثنوی عشقیہ

چمن سے عنایت کے دام وار
صفت عشق کی ت کروں میں بیاں
عجب عشق ہے مرد کار آمدہ
جہاں ب صف کی یہ ظالم لڑا
اَ لوگ مارے گئے سر بسر
کوء یکشتنی جو طرف ہو ے
جہاں جس کسو سے اسے چاہ ہے
کسو سے اَ ہو گئی لاگ سی
ہوا ملفت یہ کسو سے کہیں
دفاق اس کا نکلا سرا سر ق
جواں کیسے موئے عشق میں

بہت عشق میں لوگ روگی ہوئے
گئے د ش ۔ میں کچھ نمد مو ہوئے
نہ مرغِ چمن ہی ہے ۔لان و زار
کسو کا جگر غم سے خوں ہو َ ۔
کوئی زار .راں بہت رو چکا
غرض عشق کا ہر طرف شور ہے
الٰہی ز.ں دے مجھے مغزدار
رہوں عشق کہنے سے میں ۔ز.ں
جہاں دونوں اس کے ہیں . ہمزدہ
صف اُلٹی جہاں ای مارا پڑا
ولے فتح اس کی ہے یہ طرفہ ۔
تہہ تیغ اس کے تلف ہو َ ۔
وہیں اُس کے یقتل ہمراہ ہے
درد نے میں اس کے گلی آگ سی
تو .م و ں اس کا پھرواں نہیں
پڑا عاشقوں میں عجب اتفاق
بہت گھر ۔ابے ہوئے عشق میں
بہت خاک مل منھ پہ جوگی ہوئے
کچھ اک شہر میں پھر کے یکسو ہوئے
گئے داغ کہسار سے لالہ زار
گئے کوہ کمن کو جنون ہو َ ۔
کوء .ق سا جل بجھا ہو چکا

مثنوی ''دریۓ ئےعشق'' کے چند اشعار کی تشریح

سبق ۸

تمہید:-

مثنوی ''دریۓ ئےعشق'' عشقیہ مثنوی ہے۔ عشق کی آگ، جسے میر . سے .ڑی حقیقت ما ہیں اور یہی آگ محبت کو دوام بخشتی ہے اور اسی کے وسیلے سے عاشق و معشوق اپنے عشق میں امر ہو جاتے ہیں۔ بُنیادی طور پ میر کو قصّے سے نہیں بل کہ اس مخصوص تصوّرِ عشق کو شعر کا جامہ پہنانے سے دلچسپی ہے۔ میر کی مثنویوں کے سارے کردار ہر . کام عاشق ہیں لیکن . بِ عشق کے اشہار میں یکتائے روزگار ہیں۔ میر کا عاشق بھی انہی عاشقوں میں سے ای ہے جس کی منزل اور مقصدِ حیات عشق ہے۔ میر کی عشقیہ مثنویوں میں یہ تصوّرِ عشق مادی و روحانی اور مجازی و حقیقی سطح پ مل کرای وحدت بنَ ی ہے۔ ان کی مثنویوں کے کردار شہزادے، شہزادی ں نہیں ہیں بل کہ عام ا ن ہیں۔ جو متوسط طبقے سے تعلق ر تے ہیں۔ مثنوی دریۓ ئےعشق میں بھی میر نے جن کرداروں کو پیش کیا ہے وہ بھی متو - طبقے کے افراد ہیں جو عشق کے حضور میں اپنی جان ایسے نچھاور کر دیتے ہیں جیسے وہ اس کے لئے پہلے سے تیار ہوں اور یہ مثنوی اس کی عمدہ مثال ہے۔

تشریح :

1۔ ای جگہ نہای - ہی خوبصورت نوجوان رہتا تھا۔ جس کے رُخسار گلابی ار قد سرو کی ما تھا۔

2۔ عشق کا . بہ اُس کے دل اور رگ و پے میں ہر وقت سرَ م رہتا تھا اور دل اُس کا موم کی طرح ئم اور ن م تھا۔

3۔ خوبصورت اور حسین چہروں سے اُسے ہمیشہ دلچسپی، رغبت اور محبت رہتی تھی۔

4۔ یہ عاشق خود بھی خوبصورت تھا اور خوبصورت لوگوں کے بغیر رہ بھی نہیں سکتا تھا۔

5۔ اَ کبھی کسی حسین چہرے کے لئے کوئی تکیب آتی تھی تو دل کی حال بے حال ہو جاتی۔

6۔ اَ کبھی کسی خوبصورت چہرے کی طرف جاتی تو پھر دن دن اسی کا ذہن و دل رنجیدہ اور غمگین رہتا۔

7۔ اَ کسی حسین چہرے پ زلف پیشان ہوتی تو اُس کا خیال تہ و بلا ہو جاتا تھا۔ کسی حسین چہرے پ زُلف کی ٹ آویزاں ہوتی ہے تو وہ چہرہ زیادہ خوبصورت دکھائی دیتا ہے۔ یہ نوجوان کسی چہرے پ یہ رہ دیکھتا تو اُسے خود کی خبر نہیں رہتی تھی۔

8۔ اَ کہیں اُسے سُرمگیں آنکھیں آتی تھیں تو اُس کا دل سے اختیار آہ وفریاد شروع کرتا تھا۔ سیاہ آنکھوں سے مُراد ایسی آنکھیں جن میں سُرمہ (کاجل) لگا ہو۔

9۔ اُس کے ذہن میں عشق کا جنون اور دل میں بۂ محبت تھا گویا اُس کا سراپا عشق سے لبریز تھا۔ عشق اُس کے رگ و پے میں سمایا ہوا تھا۔

10۔ وہ خوبصورت نوجوان گویا ہر وقت بنا محبوب کے بے صبر رہتا تھا۔ معشوق کے نہ ہونے کی وجہ سے وہ ہر وقت بے قرار رہتا تھا۔

11۔ ایک دن بے قراری سے گھبرا کر وہ باغ کی سیر کی طرف نکلا۔

12۔ باغ میں کبھی کسی گُل کے پاس ٹھہرتا اور کبھی کسی ہریالی جگہ پ رُک جاتا تھا۔

13۔ باغ کے درمیانی حصّے والے راستے سے جہاں چاروں طرف پھولوں کی کیاری لگی ہوتی تھی یہ نوجوان سایہ دار درختوں کے نیچے سے آگے آگے بڑھتا جاتا۔

14۔ نہ دل میں تسلی تھی اور نہ آنکھوں میں آنسو تھمتے تھے۔ بے قرار دل ہونے کی وجہ سے آنسو اس قدر جاری تھے کہ اب یہ آنسو نہیں بل کہ خالص خون آ رہا تھا۔

15۔ دل کی بے قراری سے نا اُمید ہو کر ہر درخت کے نیچے بیٹھ کر بہت روتا تھا۔

16۔ پھولوں کے اس باغ کو نا اُمیدی سے دیکھ کر آخر اس نے اپنا رُخ ایک مکان کی طرف کیا۔

17۔ دل میں بے قراری واُداسی کا اُسے سخت غم تھا۔اور ۔ راستے چلتا تو اپس کے خیال بکھرے ہوئے ہوتے تھے۔یعنی کہ ذہن ودل اُس نوجوان کا مکمّل طور پ منتشر تھا۔

18۔ اچا وہ ای ایسے کوچے کی طرف چل نکلا جہاں وہ نئی آفت سے دوچار ہوا۔

19۔ ای دریچے سے ای حسین لڑکی (چا ساچہرہ ر والی)اس نوجوان کی طرف مسلسل دیکھ رہی تھی۔

20۔ ۔ ۔ اُس حسینہ پ اس کی ای ڑ گئی تو پھر وہ واپس نہ آئی یعنی وہ مسلسل اُسے دیکھتا رہا۔

21۔ یہ تھی ی کوئی آفتِ جاں تھی جس سے جسم کی پوری طاقت رُخصت ہوگئی۔

22۔ حسینہ کی طرف دیکھتے دیکھتے نوجوان کے ہوش وحواس بھی جاتے رہے اور آہ کرتے ہوئے صبر بھی رخصت ہوت رہا۔

23۔ عِشق کی بے قراری نے نوجوان کے ساتھ بے وفائی کی اور طاقت نے بھی بھرپور ساتھ نہیں دی۔

24۔ ۔ ۔ نوجوان نے حسینہ کے چہرے سے یں ہٹا تو وہ بے قرار ہوکر خاک پہ ڑا

25۔ حسینہ کو تو اس کی حا ت کا کوئی ا نہ ہوا لیکن یہاں نوجوان کی حا ت بہت زیدہ اب ہورہی تھی۔

26۔ دریچے میں بیٹھی ہوئی حسینہ اپنے دامن کو جھاڑتے ہوئے وہاں سامنے سے اُٹھ جاتی ہے۔

27۔ ۔ ۔ حسینہ وہاں سے اُٹھ کے چلی گئی تو نوجوان کی خوبصورتی خاک میں مل گئی۔

28۔ دل کی حا ت ۔ سے ۔ ت ہوتی چلی گئی اور چہرے کا ر بھی اُڑ ی۔

29۔ اپنے ہاتھوں سے یباں کو چاک کرنے لگا جس سے پورا دامن پیروں ت پھیل ی۔

30۔ نوجوان کی حا ت اس قدر اب ہوئی کہ طبعیت نے جنون کی شکل اختیار کی اور آ وں نے خون کا ر اختیار کیا۔

31۔ عِشق کی آگ دل میں پیدا ہوگئی اور اس آگ نے جگر کو بھی داغ لگا دی۔

32۔ زمین پہ وہ ایسے لیٹ ہوا تھا جیسے بستر پہ تھا۔اس کی حالت اس قدر خستہ ہوگئی کہ اب دل عشق کا بیمار بن گیا۔

33۔ زمین پہ لیٹ لگانے کی وجہ سے اُس کے جسم پہ کانٹے چبھے جن سے پورا جسم زخمی ہو گیا۔جسم پہ خون کے پپڑ پڑنے سے نقش ونگار بن گئے۔

34۔ اس حالت میں جب حسینہ کے چہرے کی طرف پڑی تو اُمیدی سے ایک آہ نکل گئی۔

35۔ اسی مایوسی کی غمگین فریاد اور عشق کے بے کیف آہ سے نوجوان کا حسینہ کے ساتھ دُور سے رابطہ ہوا۔

36۔ ہونٹ سوکھنے کے بعد وہاں خالص خون آنے لگا۔نوجوان کی حالت اس قدر زرد ہوئی کہ کھانا پینا، آرام و سکون رخصت ہو گیا۔ہر وقت بے قرار رہنے لگا۔

37۔ اس کی حالت دیکھنے کو سبھی مخلوق آئی لیکن مجال کہ حسینہ کو کوئی اثر ہو جس سے وہ اسے دیکھنے آتی۔

38۔ اگر کسی نے شفقت یا ہمدردی سے کچھ کہا تو سوائے رونے کے وہ کچھ نہیں کرتا تھا۔

39۔ اُس نوجوان نے آخر حسینہ کے در پہ بیٹھ کر جان دینے کا اِرادہ کر لیا۔

40۔ دل کو سمجھانے کے باوجود بھی بے قرار رہنے لگا اور اُس کے در پہ جانے سے نہیں رُکا۔اسی شوق نے عاشق کے کام کو خراب کر دیا۔کیونکہ در پہ بیٹھنا اس کے لئے اچھا نہیں تھا۔

41۔ کچھ لوگ اُسے دیوانہ اور مجنوں سمجھ کر ہمدردی کرتے تھے۔

42۔ آخر لوگوں پہ یہ راز کھُلا کہ یہ نوجوان کسی کا عاشق ہے جو یہاں در پہ آ بیٹھا ہے۔یہ لوگوں کو سخت گوار گُزرا۔

43۔ لڑکی کے خاندان سے وہاں کے لوگوں کے مراسم اچھے تھے کیونکہ ایک ساتھ مل جُل کر رہتے تھے اس لئے نوجوان کا وہاں بیٹھنا اُنھیں باعثِ شرم محسوس ہوا۔

44۔ لڑکی کے اہلِ خانہ بھی نوجوان پہ سخت ناراض ہو گئے اور اُس کی جان کے دُشمن بن گئے۔

45۔ سبھی نے مل کر باہم مشورہ کر لیا کہ اس بلا (نوجوان) کو یہاں سے بھگانے کا ایک ہی راستہ ہے کہ اس کو جان سے مار ڈالنا چاہیئے۔

46۔ لیکن سوچنے لگے کہ اَ جان سے مار ڈالا تو ہر خاص وعام یہ جاننے کی کوشش کرے گا کہ آ کیوں مارا ے ؟

47۔ سبھی پوچھتے رہیں گے کہ اس نوجوان نے کون سا گُناہ کیا تھا جس کی پ داش میں اسے مارا ے ۔کس نے مارا اور آ کہاں مارا ے ۔

48۔ . . یہ نوجوان دیوانگی کے اس عالم سے بیدار ہوگا تو اس کو بہت سی لعنت مت کرنی چاہیئے ۔

49۔ ا ے اور طر سے اس کو تنگ ِکیا جا سکتا ہے کہ ہم پ کوئی الزام نہ آئے جس سے ہمیں شرم نہ ہو۔

50۔ اُس کی دیوانگی کی تہمت اُس کے سر رہنے دیجیے اور اُسے سنگسار کر بہتر ہے کہ وہ یہاں سے بھاگ جائے۔

۱.۷ مشق کے لئے معلومات کی جانچ

۱.۷.۱ مثنوی در ے عشق میں سے کوئی پ نچ اشعار کی تشریح کیجیے۔

۱.۷.۲ درج ذیل اشعار کو مکمّل کیجیے:-

زُلف ہوتی َ کسو کی . ہم ....

کسو چہرے کا رَ زرد ہوا ....

ہر قدم تھا ز ں پہ جاری ....

مثنوی ''دریائے عشق'' کا خلاصہ

سبق ۹

''دریائے عشق'' میر کی ایـ ئندہ عشقیہ مثنوی ہے اس میں میر نے ابتدا میں تصوّرِ عشق پر روشنی ڈالی ہے۔ اشعار کو پڑھ کر یہ تـ ـثر پیدا ہوتا ہے کہ یہ ساری کائنات، دُ کا سارا م عشق کے محور پر گھوم رہا ہے۔ مثنوی کا ہیرو ایـ عاشق مزاج لالہ رُخسار جوان ہے جو خوش صورتوں سے انس ر ـ تھا اور اس وقت کسی محبوب کے نہ ہونے کی وجہ سے بے صبر و بے قرار تھا۔ ایـ دن وہ بـ ـغ کی سیر کو ـ یـ تو اچا ـ اس کی ایـ حسین دوشیزہ پر پڑی جو بـ ـغ کا ـ رہ کر رہی تھی۔ اسے دیکھتے ہی اس کا صبر رُخصت ہوا اور بـ وہ چلی گئی تو وہ اس کے عشق میں مبتلا ہو ـ یـ اور پھر دُ ـ کو چھوڑ کر محبوب کے در پر مرنے کے ارادے سے آ بیٹھا۔ کچھ ہی دن بعد اس کے عشق کا پر چا عام ہونے لگا۔ بـ ـمی کے ڈر سے لڑکی والوں نے اُس نوجوان کو مار ڈالنے کا منصوبہ بنایا لیکن یہ سوچ کر کہ اس سے تو اور بـ ـمی ہوگی۔ کوئی تلوار لے کر اس کے سر پر آ ـ یـ لیکن وہ ہر چیز سے بے ـ ز خیالِ محبوب میں محو تھا اور دریـ ـر سے نہ ٹلا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ما. ـ امشہور ہو ـ یـ اور رسوائیوں کا شور دُور دُور ـ پہنچ ـ یـ۔ لڑکی کے گھر والوں نے طے کیا کہ لڑکی کو دایہ کے ساتھ دریـ پر عزیـ ـوں کے ہاں بھیج دیـ جائے اور بـ ـ یہ بلا ٹل جائے تو اسے واپس بلا لیا جائے۔ بـ لڑکی محافے میں بیٹھ کر گھر سے چلی تو یہ عاشقِ زار بھی ساتھ ہو لیا اور آہ و زاری کے ساتھ اپنے ـ بـ ـت کا اظہار کرنے لگا۔ دایہ نے بـ ـ یہ بـ ـتیں سنیں تو اس نے نوجوان کو اپنے پـ ـس بلایـ۔ اسے تسلّی دی اور کہا کہ اب ہجر کا زمانہ ختم ہو ـ یـ ہے۔ لڑکی بھی تیرے بغیر نہیں رہ سکتی اس کا یہ راستہ کتنا مشکل ہے۔ بـ ـتیں کرتے کرتے بـ ـ کشتی دریـ کے ـ پہنچی تو دایہ نے لڑکی کی جوتی دریـ میں ـ دی اور کہا کہ کیسے افسوس کی بـ ـت ہے کہ تیرے محبوب کی جوتی موجِ دریـ سے ہم آغوش ہوا اور تو اسے واپس نہ لائے۔ دایہ کی یہ بـ ـت سُن کر نوجوان دریـ میں کود ـ یـ اور ڈوب ـ یـ۔ دایہ لڑکی کو دریـ پر ـ لے گئی۔ ایـ ہفتے بعد لڑکی نے کہا کہ اب تو وہ ڈوب چُکا ہے۔ سارے ہنگامے اور فساد ختم ہو گئے ہیں، ہمیں واپس چلنا چاہئے۔ دایہ اور لڑکی کشتی میں سوار ہو کر واپس ہوئے تو لڑکی نے کہا'' بـ وہ جگہ آئے جہاں وہ نوجوان ڈو بـ تھا تو مجھے بتا ـ ـ کہ میں بھی دیکھوں''. بـ کشتی ـ دریـ کے پہنچی تو دایہ نے کہا کہ وہ ما. ـ ایہاں ہوا تھا۔ یہ سُنتے ہی ''کہاں کہاں'' کہہ کر دایـ میں ـ گئی اور ڈوب گئی۔

تیراکوں نے تلاش کیا پتہ نہ ۔گھر والوں نے جال ڈلوائے تو دیکھا کہ وہ نوجوان اورمہ پ رہ مُردہ حا ت میں ای دوسرے سے پیو ت جال میں آگئے۔ای کا ہاتھ ای کی . لیں پ ہیں اور . ای دوسرے سے پیو ت ہیں۔ ایسا معلوم ہوت تھا کہ یہ دونوں ای قا . ہیں۔انھیں الگ کرنے کی کوشش کی گئی بے سود۔وہ تو ای دوسرے میں گُم ہو چُکے تھے۔مثنوی اسی المیہ وصل پ ختم ہو جاتی ہے۔

میر تقی میر کی غزل گوئی

سبق ۱۰

جس طرح غزل کو اُردو شاعری کی آ. و کہا جا- ہے، اسی طرح اَ میر تقی میر کو اُردو غزل کی آ. و کہا جائے تو یہ کہنا غلط نہ ہوگا۔ یہ وہ میر ہیں جن کو کبھی ''شہنشاہِ غزل'' کہا َ ے تو کبھی ''. اے سخن''۔ اُنہیں کبھی ''سر- ج شعراء اُردو'' کے خطاب سے نوازا َ ے تو کبھی ''شاعرِ بے دماغ'' سے موسوم کیا َ ے۔ اُردو غزل کے اس بے- ج . دشاہ کو یہ خطاب والقاب کسی نواب ی. دشاہ کے دیے ہوئے نہیں ہیں بلکہ شاعرانہ جلال کا یہ اعجاز میر نے خود اپنی ہستی کو مٹا کر حاصل کیا ہے۔

میر کو ز۔ گی نے کچھ یوں ستا ی کہ وہ کبھی نوابوں کے محلوں کی ز بنے اور کبھی راجاؤں اور . دشاہوں کی حویلیوں کی رونق۔ ز۔ گی میں کئی موقعے ایسے بھی آئے کہ ای ای کر کے اپنوں اور بیگانوں سبھی کے دروازے پ دستک دی۔ یہ وہ زمانہ تھا . کوئی کسی کے کام نہ آ سکتا تھا، میر کو ہر طرف سے مایوسی ملی۔ یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ جو درد و غم میر کی ز۔ گی میں موجود تھا اسی غم کو اپنے اشعار کی ز بنا کر لوگوں کو جگ ن- سے آپ ن- محسوس کرنے پ مجبور کر دی۔ غا . وذوق سے لے کر حالی اور فانی - ہر ۔ڑے سے ۔ڑے شاعر نے میر کی شاعری کا لوہا ما- ہے۔ غا . جیسا عظیم وخوددار شاعر بھی یہ کہنے پ مجبور ہو َ ے:

ریختہ کے ای تمہیں استاد نہیں ہو غا .
کہتے ہیں اگلے زمانے میں کوئی میر بھی تھا

اسی طرح ''ملک الشعراء'' ذوق نے بھی میر کی عظمت کا اعتراف یوں کیا ہے:

نہ ہوا پ نہ ہوا ، میر کا ا ٰ از نصیب
ذوق یروں نے بہت زورِغزل میں مارا

خواجہ الطاف حسین حالی نے ''مقدمہ شعروشاعری'' میں چاک وَ یباں کی جو تفصیل بیان کی ہے، انہوں نے . سے بہترین شعر میر کے اس شعر کو قرار دیا ہے:

اب کہ جنوں میں فاصلہ شای نہ کچھ رہے
دامن کے چاک اور َ یباں کے چاک میں

اُن کی شاعری عشق کی چوٹ کھوئے ہوئے دلی تجر.ت کا ٰم ہے۔ میر کے ٰدی عشق ای ایسی آگ کی ما ہے جو اُن کی ہڈیوں کو جلا کر راکھ کر دیتی ہے۔

آگ تھے ابتدائے عشق میں ہم
اب جو کہ ہیں خاک انتہا ہے یہ

میر کے عشق نے اُردو شاعری کو دردو ٰ ثیر اور سوز و گداز سے مالا مال کر دی۔ میر کی عشقیہ شاعری میں ان کی محرومیوں اور ٰ کامیوں کا عکس صاف دکھائی دیتا ہے۔ میر اپنی محرومیوں اور ٰ کامیوں کو تقاضۂ عشق قرار دیتے ہیں۔ میر پ عشق نے ایسا قہر توڑا کہ آفتابِ غم سے پھوٹنے والی کرنوں کا المیہ رقص اُن کی شاعری میں بکھرنے لگا اور اُن کی حسرتوں و آرزوؤں کا خون اُن کی غزلوں میں رواں ہوَ ی:

اشک آنکھوں میں . نہیں آ ٰ
لہو آ ٰ ہے ، . . نہیں آ ٰ

میر کی محرومی و ٰ کامی اُن کی غم ز ٰ گی کی ٰ یدی حقیقت ہے۔ لیکن میر نے اپنے غم کو آفاقی غم بنا کر پیش کیا ہے جس سے کلامِ میر کا دا َ ہِا ٰ بہت وسیع ہو جا ٰ ہے۔ میر کے غم کی دوسری خوبی یہ ہے کہ وہ ہمارا حوصلہ ٰ ھا ٰ رہتا ہے اور حالات سے مقابلہ کرنے کی طاقت کر ٰ ہے۔ میر ٰ کام ہوتے ہیں لیکن کبھی ہمت نہیں ہارتے۔ ز ٰ گی بسر کرنے کا حوصلہ اور غموں میں مسکرانے کا جو پُر وقار ا ٰ از میر کے یہاں ملتا ہے اُس کی کوئی دوسری مثال ملنا مشکل ہے۔

میرے سلیقے سے نبھی میری محبت میں
تمام عمر ۰ کامیوں سے کام لیا

میرانتہائی غم کے . وجود گھبراتے نہیں بلکہ وہ .ڑی سنجیدگی اور خودداری کے ساتھ غموں سے لڑنے کا حوصلہ ر ہیں۔اس سلسلے میں سید عبداللہ لکھتے ہیں:

''میر اپنے شعروں میں غم کا اظہار تو جا بجا کرتے ہیں، اس لئے کہ ہم اس کے تلے دب نہ جا ۔وہ. ا. ہمیں سہارا دیتے ہیں۔غم کے پہلو بہ پہلو وہ کسی نہ کسی خوشی کا ذکر بھی کرتے جاتے ہیں، جس سے غم کی شدت کم ہو جاتی ہے۔''

میر کبھی کبھار اخلاقانہ اور حکمانہ مضامین کو اپنے رَ میں اس سادگی اور صفائی سے ادا کرتے ہیں کہ جس پ ہزاروں بلند پ وازیں اور . زک خیالیاں قر. ن کرنے کو جی چاہتا ہے:

کہا میں نے کتنا ہے گل کا ثبات
کلی نے یہ سن کر تبسم کیا

چشم ہو تو آئینہ خانہ ہے دہر
منہ آتے ہیں دیواروں کے بیچ

کلامِ میر میں عشقِ حقیقی کے جلوے بھی آتے ہیں۔میر کے یہاں بے ثباتی، ا ن کی عظمت اور بے خودی جیسے موضوعات کا ذکر کثرت سے ملتا ہے۔میر فلسفۂ وحدت الوجود کے قائل ہیں اور انہیں د میں ہر طرف ۰ ا کے ہی جلوے آتے ہیں:

عشق ہی عشق ہے . ھر دیکھو
سارے عالم میں بھر رہا ہے عشق

میر کا زمانہ غم کا زمانہ تھا۔اَ وہ غم کے شاعر نہ ہوتے تو وہ اپنے زمانے کے ساتھ دغا کرتے اور شای ہمارے لئے بھی اتنے .ڑے شاعر نہ ہوتے۔دراصل میر کو دل اور دلی دونوں کے اُجڑنے کا غم تھا اور اس افسوس ۰ک صورتِ

حالی نے میر کی شاعری کو وہ رنگ و آہنگ دیا جسے آٹھارویں صدی کی ''روح'' کہا جا سکتا ہے۔ وہ اپنی شاعری میں اپنے زمانے کی روح کو یوں سمیٹتے ہیں:

دل کی ویرانی کا کیا مذکور ہے
یہ نگر سو مرتبہ لوٹا گیا

میر الفاظ کے جادوگر ہیں۔ انہوں نے روزمرہ کی زبان، محاوروں اور ضرب الامثال کو اس سادگی، صفائی اور روانی کے ساتھ غزل کا حصہ بنایا کہ ان کی شاعری میں فارسی رچاؤ اور رنگ و آہنگ پوری طرح نمایاں ہو گیا۔ ان کے یہاں موسیقی و ترنم، رمز و کنایہ اور تشبیہات و استعارات کی ایک خاص رنگارنگی پیدا ہو گئی ہے:

نازکی اُس کے لب کی کیا کہیے
پنکھڑی اک گلاب کی سی ہے

شام ہی سے بجھا سا رہتا ہے
دل ہوا ہے چراغ مفلس کا

انداز میر کے حوالے سے پروفیسر نورالحسن ہاشمی نے لکھا ہے:

''میر شعر نہیں کہتے باتیں کرتے ہیں۔ وہ باتیں، جو سُننے والے کو ایسی لگیں جیسے پہلے سے اس کے دل میں موجود ہیں۔ انداز ایسا جیسے بے تکلف دوست اپنے دوست سے راز و نیاز میں محو ہو۔ لہجہ سرگوشی کا، زبان عام بول چال کی۔''

عام طور پر میر کی شاعری پر لکھتے ہوئے نقادوں نے اس بات پر زور دیا ہے کہ میر کی شاعری ان کی ذاتی دکھ درد اور ان کے عہد کے حالات کی ترجمانی کرتی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ میر کی شاعری کے بارے میں یہ مروجہ خیالات میر کی شاعرانہ عظمت پر دلالت نہیں کرتے۔ میر ایک منفرد اور بڑے شاعر ہیں۔ ان کی عظمت اور انفرادیت کا اعتراف نہ صرف تذکرہ نگاروں نے کیا ہے بلکہ معاصر نقادوں میں مولوی عبدالحق، سید احتشام حسین، آل احمد سرور، اثر لکھنوی، فراق گورکھپوری، حسن عسکری، نظیر صدیقی، شبیہہ الحسن، گوپی چند نارنگ، شمس الرحمان فاروقی اور حامدی کاشمیری نے بھی

کیا ہے۔مولوی عبدالحق نے میر کی شاعرانہ عظمت کی ن دہی کرتے ہوئے لکھا ہے:

''میر کے کلام میں ایسے حیرت انگیز جلوے اکثر آتے ہیں، جس طرح بعض اوقات سمندر کی سطح دیکھنے میں معمولی اور بے شور وشر آتی ہے لیکن اس کے نیچے ہزاروں لہریں مو. ن ہوتی اور ا ی کھلبلی مچائے ر تے ہیں، اسی طرح اَ چہ میر کے اشعار کے الفاظ ئم، دھیمے، سلیس اور سادہ ہوتے ہیں لیکن ان کی تہہ میں غضب کا جوش ی درد چھپا ہوت ہے''

(انتخابِ کلام میر)

مولوی عبدالحق نے میر کے کلام میں'' حیرت انگیز جلوے'' کا ذکر کر کے ت اتی ا ازمیں سہی، میر شناسی میں ا ی پتے کی ب ت کہی ہے۔ ی تنقیدی اصولوں کی روشنی میں دیکھا جائے تو میر کی شاعری کے حیرت انگیز جلوؤں ، کا ذکر ان کے اشعامیں کثیر المغو ی کی طرف اشارہ کرت ہے خود میر اپنی شاعری کی اس خصوصیت سے آگاہ تھے، کہتے ہیں:

صدرَ میری موج ہے میں طبعِ رواں ہوں

میر کی غزلوں میں ابھرنے والی شعری د میں یں واقعات کی ن ہی کی جائے تو اس د میں ا ی عشق پیشہ کردار ابھرت ہے جو میر کی حقیقی ز گی میں عشق کی کامی کی ی د دلاتی ہے۔حقیقی ز گی میں انہوں نے ا ی ی تمثال لڑکی سے در پ دہ عشق کیا تھا ی نہیں، ی تحقیق نے اس کے ب رے میں شکوک کو نجم دی ہے۔ت ہم ان کی شاعری میں بۂ عشق کا خوب اظہار ملتا ہے۔ان کے بۂ عشق کے کئی پہلو ہیں۔وہ اس بے سے اپنے وجود کو گداز کر چکے تھے۔عشق نے ان کے تن ن میں وہ آگ لگائی ہے کہ ان کے استخواں کا پ کا پ جلتے ہیں۔

استخواں کا پ کا پ جلتے ہیں
عشق نے آگ یہ لگائی ہے

ان کے عشقیہ اشعار میں حسن انی دلکشیوں، محبوب کے ن کی خواہش، کیف وصال اور کرب انتظار کی

کیفیات ملتی ہیں۔انہوں نے دل کے جانے کا ذکر کیا ہےاوراسے''عجب سا ''قرار دی ہے۔

مصائ. اور تھے پ دل کا جا۔
عجب اک سا سا ہوَ ی ہے

ان کے یہاں عشق ز۔ گی کا ای اہم اور سنجیدہ تجربہ ہے۔وہ اسے جنسی ابتذال کی پست سطح سے اٹھاتے ہیں اور روحانی رفعت اور فکری ۔ وۃ ب میں . ل دیتے ہیں۔ . بۂ عشق ان میں خارجی د سے . گشتگی اور داخلیت پسندی کے رجحان کو تقوی ۃ دیتا ہے۔عشق د کی ساری ز. نوں کی شاعری میں ای ۔ ی دی تجربے کی حیثیت ر ۃ ہے اور اس کی مختلف صورتیں ابھرتی رہی ہیں۔حافظ،اور اقبال کے یہاں عشق علامتی اہمیت ر ۃ ہے۔عشق ان کے یہاں داخلیت ،خود آ گہی،عرفان،تلاش اور جوش حیات کی علامت بن جا ۃ ہے۔اردو اور فارسی میں ایسے عشقیہ اشعار بھی ملتے ہیں جو روای ۃ اور تقلید کا پتہ دیتے ہیں۔ولی کے بعد مظہر جان جا۔ ں اور سودا،درد اور میر سوز کے یہاں عشق کے روایتی موضوعات کی کمی نہیں۔خود میر کے دواوین میں بھی روای ۃ غا . رہی ہے۔ۃ ہم میر کے چیدہ چیدہ اشعار میں عشقیہ تجر. ت کی ۃ ز گی اور سچائی کا پتہ ملتا ہے۔

ان کے یہاں عورت کا جو کردار ابھرۃ ہے، وہ غیرا نی نہیں۔وہ خوب صورت عورت کی ز۔ ہ، شوخ اور طرح دار شخصیت ہے۔اس سے میر کے یہاں حسیات کی بیداری کا پتہ چلتا ہے۔حسیات کی تشفی جمالیاتی کیفیت کو جگاتی ہے۔

. ل کھلے وہ ش . کو شای بسترِ ۔ ز پ سوۃ تھا
آئی نسیم جو صبح سے ای ھر پھیلا عنبر سارا ہے

....

کھلنا کم کم کلی نے سکھا ہے
اس کی آنکھوں کی خوابی ہے
۔ زکی اس کے . کی کیا کہئے

پنکھڑی اک گلاب کی سی ہے

....

ساعدِ سیمیں دونوں اس کے ہاتھ میں لاکر
چھوڑ دئے
بھولے اس کے قول وقسم پر ہائے خیال خام کیا

اس نوع کے عشقیہ اشعار میر کے جمالیاتی احساس کی ندرت اور پاکیزگی کو ظاہر کرتے ہیں لیکن وہ اسی پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ زندگی کی بھیانک حقیقت کا اشاریہ بھی بن جاتے ہیں۔ محبوبہ عاشق کے دل پر مکمل تصرف پاتی ہے خود ناقابل تسخیر رہتی ہے اور عاشق کو کرب، وحشت اور بے کسی سے آشنا کرتی ہے۔ یہ اشعار دیکھئے ان میں محبوبہ ایک ساحرہ ہے جو عاشق کی مبہوت کرتی ہے:۔

مبہوت ہوگیا ہے جہاں اک کئے
جاتی نہیں ان آنکھوں کی جادوگری ہنوز

اس محبوب کی گلی میں عاشق کا جانا اس کی موت کا .. بن جاتا ہے:۔

کیا بندھا ہے اس کے کوچے کا طلسم
پھر نہ آیا جو کوئی اودھر گیا

میر کی شاعری میں متصوفانہ خیالات وتجربات کا بھی یں طور پر اظہار ملتا ہے۔ تصوف نے انہیں خالق ومخلوق کے رشتوں کا احساس دلایا۔ انہیں بچپن ہی سے صوفیانہ ماحول تھا۔ ان کے والد اور منہ بولے چچا دونوں ان کو دینوی خواہشات سے کنارہ کش ہوکر اپنے من میں ڈوبنے کی تعلیم دیتے رہے، چنانچہ خودآگہی، فنا اور استغراق ان کی طبیعت کا خاصہ بن گئے۔ وہ بعض فکری میلانات کا اظہار کرنے لگے اور زندگی، موت اور کائنات کے مسائل پر غور وفکر کرتے رہے۔

میر کے یہاں عشق بنیادی رویہ ہے، جس کے پیرائے میں حیات وکائنات کے تمام مسائل پنہاں ہیں

۔حسرت و یاس، محرومی وتنہائی، رنج والم اور نصیبی کے سیاہ بادل ہمیشہ میر کی زندگی پر چھائے رہے۔ یہی وجہ ہے کہ میر کے بعض اشعار ''نشتر'' کہلائے اور ان کی شاعری دل اور دلی کا ''مرثیہ'' بن گئی۔ بقول مولوی عبدالحق:

''میر کے شعر چپکے چپکے خود بخود دل میں اثر کرتے چلے جاتے ہیں، جس کی مثال اس نشتر کی سی ہے، جس کی دھار نہایت باریک اور تیز ہے۔''

مولوی عبدالحق نے لکھا ہے:۔

''میر نے حیرت انگیز اور زہرہ گداز واقعات اور انقلابات کو دیکھا اور ...''

(مقدمہ انتخاب کلامِ میر)

مجنوں گورکھپوری نے لکھا ہے:۔

''میر کی شاعری کو پڑھنے اور سمجھنے کے لئے بہت ضروری ہے کہ ان کہ زمانے کے معاشرتی ماحول اور ان اسباب وحالات پر جن کے اثر سے کر میر کی شخصیت کی تعمیر ہوئی، دقیق نگاہ ڈالی جائے''

(میر اور ہم)

خواجہ احمد فاروقی کا خیال ہے کہ:

''میر کی زندگی اور شاعری کو اس سیاسی، معاشرتی اور انفسیاتی پس منظر میں دیکھنا چاہئے''

(میر: حیات اور شاعری)

میر کی مثنوی نگاری

سبق ۱۱

میر تقی میر کو ا یہ غزل نگار کی حیثیت سے بلند مرتبہ حاصل ہے لیکن انہوں نے غزل کے سوا دوسری اصناف سخن میں بھی طبع آزمائی کی ہے۔ میر نے قصیدہ، مرثیہ، مثنوی، واسو ۔ ، شہر آشوب، ۔ کچھ لکھا ہے۔ غزل کی قبولیت عامہ کے سامنے دوسری اصناف کو قدروں کی توجہ نصیب نہیں ہوسکی۔

اردو کی قدیم شاعری میں ''مثنوی'' بھی ا یہ مقبول صنف رہی ہے، غزل تو علامتی شاعری کا وسیلہ تھی، اور مثنوی کو بیا شاعری یہ مسلسل اور مربوط داستان کی ۔ سیل کا ذریعہ بنا یہ تھا۔ فارسی میں مثنوی کو اتنا فروغ ہو چکا تھا کہ اردو کے مثنوی نگار شاعروں کو اس صنف میں زیادہ اجتہاد کا عمل نہیں کرنا پڑا۔ اس کی بحریں مقرر تھیں اور ہر بحر میں اعلیٰ درجہ کی مثنویاں پہلے ہی لکھی جا چکی تھیں۔ اس لئے قدیم شعرا نے یہ تو کسی فارسی قصے ہی کو اردو کا لباس پہنا دیا، یہ کوئی مذہبی داستان کردی، اور بہت کم ایسا ہوا کہ انہوں نے قصہ بھی خود ہی تصنیف کیا ہو، ہاں ہندوستانی لوک روایتوں کو ضرور کیا ہے میر کے عہد اردو میں مثنوی کو زیادہ چلن نصیب نہیں ہوا تھا۔ ا چہ دکنی میں کچھ قصے ہوئے تھے جنہیں ہم اردو کی قدیم مثنویاں کہہ ۔ ہیں۔ یہ مثلاً شمالی ہندوستان کے ا یہ شاعر سید اسماعیل امروہوی نے کچھ مثنویاں لکھی تھیں، ہندوستان کی مثنوی نگاری کا قدیم ۔ ین نمونہ خیال کی جاتی ہیں۔ خلاصہ کلام یہ کہ میر نے اس صنف میں بھی جو کچھ لکھا ہے اس کا مطالعہ ۔ اس سے کیا جائے کہ خود میر سے پہلے شاعروں نے کیسی مثنویاں لکھی تھیں اور میر نے اس کی ہیئت اور مواد میں کیسے تجربے کئے ہیں اور یہ کہ میر حسن دہلوی کی مشہور زمانہ مثنوی سحر البیان، یہ پنڈت دیا شنکر نسیم کی کلاسیکل مثنوی گلزار نسیم سے پہلے اس صنف میں کتنی پیش رفت ہو چکی تھی۔ تو ہم دیکھیں گے کہ میر کو اس میدان میں بھی ممتاز حیثیت حاصل ہے۔ ان کی مثنویوں کو پڑھنے کے کئی زاویے ہو ۔ ہیں۔

مثلاً یہ کہ ان میں میر کے سوانح نگار اور نقد کے لئے بھی بہت سے مفید مطلب اشارات موجود ہیں، اور انہیں میر کے مورخوں نے استعمال بھی کیا ہے۔ ان کی سوا قیمت کا منصفانہ تعین ابھی نہیں کیا گیا ہے۔ دوسرا پہلو یہ کہ مثلاً ای مثنوی میں جس کا عنوان ''خواب وخیال'' ہے، انہوں نے اپنی ابتدائی زندگی اور آ ہ سے ہجرت کا بیان کیا ہے دہلی آ کر انہیں جنون کے حملہ کا مقابلہ بھی کرنا پڑا اس کا حال ان کی خودنوشت ''ذکر میر'' میں بھی ہے۔ اور وہی یہاں بھی لکھا ہے کہ مجھے چاند میں ای چہرہ آتا تھا، جو مست و بے خود بنا دیتا تھا۔ پھر یہاں اس پری وش کا سراپا بیان کیا ہے۔ یہ تفصیل ''میر کی آپ بیتی'' میں نہیں تھی۔ آخر کار عزیزوں نے انہیں کوٹھری میں بند کر دیا اور دوا دارو کے ساتھ ہی دعاؤں اور سیانوں کی تدبیری بھی جاری رہیں۔ اس مثنوی میں اس حجرے کا نقشہ بھی کھینچا ہے جس میں وہ بند ہوئے تھے۔ یہ تفصیل بھی انہوں نے ''ذکر میر'' میں نہیں دی ہے۔ پھر کہتے ہیں کہ میری فصد کھولی گئی اور مثنوی سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت بھاری مقدار میں خون برآمد کیا گیا تھا جس کی وجہ سے سخت ضعف ہو گیا تھا اور کئی دن تک میر تکیہ سے سر اٹھانے کے قابل نہیں رہے تھے۔ اس کے بعد وہ چہرہ رفتہ رفتہ نگاہوں سے اوجھل ہوتا گیا کہ خواب وخیال ہو کے رہ گیا، اسی لئے میر نے اس مثنوی کا نام بھی ''خواب وخیال'' تجویز کیا ہے۔

سوا اہمیت کی دوسری مثنوی ''معاملات عشق'' ہے اس میں بھی انہوں نے اپنی حیات معاشقہ کے کچھ گوشوں کو بے نقاب کیا ہے۔ سچے تجربات عشق پر مثنویاں قدیم دور میں بہت ہی کم لکھی گئی ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ کچھ اور شاعروں نے بھی یہ تجربہ کیا ہو لیکن مثنوی معاملات عشق میں کچھ تاریخی واقعات کی طرف اشارے ملتے ہیں جن کی تفصیل تاریخ کی کتابوں میں دیکھی جاسکتی ہے۔ اس مثنوی سے معلوم ہوتا ہے کہ میر نے کسی شادی شدہ خاتون سے عشق فرمایا تھا اور وہ صاحبہ اُن سے بہت احتیاط سے ملتی تھیں۔ یہ عشق ای سفر میں ہوا تھا جو دہلی سے نسنگ نامی مقام تک کیا گیا تھا۔ اس نام کا ای گانو ضلع کرنال میں آج بھی موجود ہے۔ اس محبوبہ کی فرمائش پر میر نے ای منقبت بھی لکھی تھی۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ بھی شیعی عقیدے کی ہوگی۔ اس مختصر سی ملاقات میں میر خوب کھل کھیلے تھے اور بعد میں وہ روابط یاد کر کے کڑھتے تھے۔ اس مثنوی کے گہرے مطالعے سے میر کی جنسی اور رومانی زندگی کے کچھ خاص پہلو سامنے آتے ہیں۔ سوا اہمیت کی مثنویوں میں ان کے شکارناموں کو بھی فراموش نہیں کیا جاسکتا جو لکھنؤ کے زمانہ قیام میں لکھے گئے تھے۔

تیسرا زاویہ ان مثنویوں کے مطالعہ کا یہ ہے کہ میر نے اس ہیئت کو کتنی قدرت کے ساتھ استعمال کیا ہے۔ ان کے اسلوب میں بیا شاعری کا حق ادا کرنے کی کتنی صلا یت ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ میر کی مثنوی بھی غزل کے رَ سے خالی نہیں ہے۔ ان کی مثنویوں میں متعدد اشعار ایسے ملتے ہیں کہ انہیں اصلی سیاق وسباق سے علیحدہ کر کے ڑ ھئے تو صاف کسی غزل کا مطلع معلوم ہوتے ہیں، جہاں وہ بہاریہ مضامین ۔ ھتے ہیں، ِ روایتی ا از کا ساقی مہ لکھتے ہیں، ِ عشق ومحبت کی فلسفیانہ اور مابعدالطبیعیاتی قسم کی تعریف وتوجیہ کرتے ہیں وہاں اکثر غزل سے بہت قری ۔ ہو جاتے ہیں۔

چوتھی ۔ ی خوبی ان مثنویوں کی یہ ہے کہ ان سماجی اور تہذ مطالعہ بہت سے دلچسپ ئج پیش کر ہے۔ میر نے ا مثنوی میں اپنے گھر کا حال لکھا ہے اور اسے ا ازہ ہو ہے کہ میر جس سماج میں ز ہ رہے اس میں ایسے بغہ فنکار کی اقتصادی حا یت کیسی خستہ ہے اور وہ جس طبقہ کی تمایندگی کر ہے، وہ کس طرح کی ز گی گذار رہا تھا، ا اور مثنوی انہوں نے اپنے گھر کی ہجوم میں لکھی ہے۔ یہ مکان چھپروں کا تھا اور ۔ سات میں اس گھر کی حا ت بے حد خستہ و اب ہو جاتی تھی۔ گھر میں جگہ جگہ ی کے جالے لگے ہوئے تھے۔ چھپر کے ِ نس جھینگروں نے چاٹ کر کھوکھلے کر دئے تھے۔ گھر کا آنگن کچا تھا، اور اس میں ۔ سات کا ِ نی بھر کر جو کیچڑ اور گندگی ہوتی تھی، اس کی وجہ سے چلنا پھر محال تھا۔ یہی حال گھر سے ۔ ہر سڑکوں کا ہو تھا۔ اس لئے ا اور مثنوی میں ۔ سات کی موسم کی شکا یت کی ہے۔

سماجی ز گی کا ا آئینہ تہواروں اور میلوں کی صورت میں بھی آ ہے۔ میر نے بعض مثنویوں شادی کے موضوع ِ بھی لکھی ہیں۔ مثلاً ان کی ا مثنوی بشن سنگھ کی شادی کا حال بتاتی ہے یہ تو ا ادی تقری ۔ ہوئی انہوں نے اجتماعی خوشی کے مواقع ا تو اس میں بتائے ہیں جو مرغبازوں کی ِ لی سے متعلق ہے، لکھنؤ کی ز گی میں بےفکری اور فرا ۔ تھی۔ چنانچہ عہد آصف الدولہ میں ایسی تقر کثرت سے ہوتی رہتی تھیں اور اس میں عوام ہی نہیں بلکہ حاکم وقت بھی پوری تندہی سے حصہ ِ تے تھے میر ۔ ۔ نواب سالار َ کی طلبی ِ لکھنؤ گئے ہیں تو آصف الدولہ سے ان کی قات ا ایسے ہی موقع ِ ہو سکتی تھی جہاں وہ مرغوں کی لڑائی کا تماشا دیکھنے آئے تھے۔ پولیر کی کتاب میں ا ا تصو بھی موجود ہے جس میں آصف الدولہ کو مرغوں کی َ سے دلچسپی ِ ہوئے دکھا َ ِ ہے۔ یہ عوام اور خواص کے تفریحی مشاغل تھے۔ تہواروں میں میر نے صرف ہولی کے موضوع ِ دو مثنو ِ ں لکھی ہیں۔ آصف الدولہ کے در ۔ ر میں ہولی کا جشن ۔ ی دھوم سے منا ِ جا تھا۔ سارا در ۔ ر رَ میں ڈوب جا تھا۔ ہر طرف گلال

اورعبیراُڑت آ ت تھا۔ گومتی در ی کے دونوں کناروں پ ٹ یں . ھ دی جاتی تھیں اوررات کو اس میں پ اغاں ہوت تھا۔ دورویہ ہزارہادیئے روشن ہوتے تھے۔ پھران کاعکس پ نی میں پ ت تھا توان کی عجب بہارہوتی تھی۔ سارا شہراس پ اغاں کاتماشادیکھنے کوامڈ پ ت تھا۔ ماہرفن کارطرح طرح کے سوا َ رچاتے تھے۔ ہرطرف رقص، ر َ ، نغمہ، روشنی اورقہقہے ہی بکھرے ہوئے تھے۔آتش . زی آدھی رات ت چھوٹتی تھی۔ اوراس میں بھی لکھنؤ کے مخصوص فنکاراپنے بہترین کمالات کامظاہرہ کرتے تھے۔ سارے شہرکوکاغذی پھولوں سے سجا ی جا ت تھا۔ جگہ جگہ راستوں میں . ڑے . ڑے تخت بچھائے جاتے تھے۔ جن پ شہرکی پیشہ وررقاصا اپنے ہنرکامظاہرہ کرتی تھیں۔نو . ت اورشہنائی کی آوازفضامیں گونجتی رہتی تھی۔

میر نے جتنی عشقیہ داستا لکھی ہیں ۔وہ المیہ ا م ہی ر ت ہیں۔ اس میں فوق الفطری عنصر بھی ضرور ہوت ہے، وہ بظاہر ٹ یجڈی پ ختم ہوتی ہیں یہ فوق الفطرت عنصر اسے کم سے کم تصوراتی حد ت طربیہ بنادیتا ہے یعنی سماج نے ا َ اپنی بندشوں کی وجہ سے عاشق کومحبوب سے ز . گی میں نہیں ملنے د ی توفطرت اس سے زی دہ پ ار وصل کاسامان کردیتی ہے۔یعنی دونوں مرجاتے ہیں اورمرنے کے بعدا ی دوسرے سے ایسے ہوتے ہیں کہ چھڑائے نہیں چھوٹتے ۔ یہ ا م میر ہی کی مثنوی کانہیں بلکہ اردو کی قدیم داستانوں کا ا ی عام ا م ہے، ان سے ظاہرہوت ہے کہ فرد میں انقلابی قوت نہیں تھی ی وہ روای ت کے حصار کوتوڑکر . ہرنہیں نکل سکتا تھا تواس نے اپنی مجبور فطرت کی تسلی کے لئے یہ طر فکر اختیار کیا تھا۔

میر کی مثنویوں میں َ دارنگاری ی رخی ہے اس داستان میں زی دہ کردار سامنے آتے ہی نہیں عموماً ا ی ہیرو ہوت ہے ،وہ تو مر . ی کردار ہے۔ دوسری ہروین ہے۔ جس طرح ہیروا ی مثالی عاشق اورعشق پ ا ی اعلیٰ اورمثالی قدرکی حیثیت سے غیرمتزلزل ایمان ر . والا ہے اسی طرح ہیروین بھی حسن وخوبی کامجسمہ ہے۔ شعراعموماً اس کاسراپ بیان کرنے کے لئے گنجائش نکال ی ت ہیں۔ سراپ کی یہ روا ی ت فارسی کی نہیں خالص ہندوستانی ہے، اورفارسی کے شاعروں نے بھی اسے سنسکرت سے ا . . کیا ہے۔

ان دونوں . ی دی کرداروں کےعلاوہ جوشخصیات پ دہ پ آتی ہیں وہ . نوی اہمیت کی حامل ہوتی ہیں۔ اوران کی کردارنگاری پ زی دہ توجہ نہیں دی جاتی لیکن کبھی کبھی ان کی فطرت کی تصوی کشی مخصوص ا ز میں ہوجاتی ہے۔ جیسے

در یئ

عشق میں دایہ کا رکردار ہے۔

منظر نگاری، تمیثل نگاری اور مکالمہ نگاری یپلاٹ کی تنظیم اور بناوئے کے اعتبار سے بھی ان مثنویوں کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے یہ چو داستان کے ابتدائی نمونے ہیں اور منظوم ہونے کی وجہ سے ان میں کچھ قیود کا اضافہ بھی ہوجا- ہے اس لئے بہت زیدہ فنی ۱۰ اکتوں کی توقع ان سے ر ٘ نہیں چاہئے میر نے لکھنے کو تو چھوٹی ۔ٹی ۳۷ مثنو یں لکھی ہیں لیکن انہوں نے عشقیہ مثنویوں میں جو کامیاب نمونے پیش کئے ہیں۔ان کا گہرا مطالعہ یہ ظاہر کر- ہے کہ میر حسن نے . . اپنی مشہور مثنوی سحر البیان لکھی تو ان کے سامنے فنی اعتبار سے کامل نمومے آچکے تھے۔اور یہ فنی نمونے میر کے مرہون منت ہیں۔

میر کا اسلوبِ شاعری

سبق ۱۲

ادب بغیر اسلوب کے نہیں بنتا، اور اسلوب میں ساری اہمیت الفاظ ہی کی ہے۔ یعنی مفہوم اور مقصود کے مطابق الفاظ استعمال کئے جا ۔ یہ میں بھی ضروری ہے۔ میں تو فرض کی حد لازمی ہے۔ اس لئے کہ کی خوبی کا تعلق ا ز و اطاب دونوں سے ہے۔ وہاں مفہوم اَ دوسطروں میں واضح نہ ہو تو نگار سے مطالعہ کیا جائے گا کہ وہ چا سطروں میں بیان کرے اور ایسا نہ کرے تو یہ اس کے اسلوب کی خامی ہے شاعری میں تو بڑی پابندیاں ہیں۔ شعر کہنے کا مقصد ہے کسی لطیف اور نازک خیال کو الفاظ کے قا میں ا ر۔ یہ عمل ایسا ہی ہے جیسے حاضرات کرنے والے جن بھوت کو شیشے میں ا را کرتے ہیں۔ حاضرات ای سفلی عمل ہے۔ ذرا سی احتیاطی سے الٹا بھی ہو ہے۔ یعنی وہ بھوت جسے شیشے میں ا ر تھا، خود میر صا کی دن پ سوار ہو جا ہے۔ یہی حال شاعری کا ہے۔ اَ شعر کہنے والا الفاظ کا صحیح استعمال جا ہے تو بڑے سے بڑے خیال کو، نازک اور لطیف ین افکار کو ا معمولی سے حرف میں قید کر دے گا لیکن اَ ا ڑی ہے تو اس کی شاعری خود اس کے گلے پڑ جاتی ہے۔ اوّل تو اس سے کسی کو مسرت حاصل نہیں ہوتی اس لئے کوئی پڑھتا ہی نہیں، اور جو پڑھتا ہے وہ دو چار صلواتیں ہی سنا دیتا ہے۔ پھر میں تو کوئی بھی قید سوائے شرافت ملحوظ ر کے ہم پ نہیں لگائی گئی ہے۔ میں سے پہلے تو قافیہ ہی تنگ کر ہے یہ سارے مضمون کا محور ہے، اور ر ر لتا ہے۔ شاعر کی فکر کو آکاش سے پ ل سینکڑوں چکر لگوا دیتا ہے۔ پھر اس سے عہدہ آ ہو گئے۔ تو ردیف کا بھاری پتھر سامنے آ ہے۔ اَ اسے بھی چوم کے چھوڑ د تو گو ی اپنی عا ی کا اعتراف کر لیا، اس لئے شاعر کی قدرت یہ ہے کہ ردیف کو لے کر ایسے اُڑ جائے جیسے ہندو دیومالا کے مطابق ہنومان جی نے کو ہتھیلی پ اٹھا یا تھا۔

میر کا حال یہ ہے کہ وہ نہای ادنی سے لفظ کی اہمیت سے بھی غافل نہیں ہو ، بلکہ جس لفظ کو عام شعراء بھرتی

کے طور پ لاتے ہیں یا اس کی طرف قطعاً التفات نہیں کرتے، میر اسے . یہ دی پتھر کے طور پ استعمال کرتے ہے۔ مثلاً کچھ، سا، سی، پہ، اب، تس پ، وغیرہ وہ الفاظ ہیں کہ انہیں کوئی شاعر اپنے زعمِ قدرت سخن میں پ س بٹھانے کا روادار بھی نہیں، چہ جائے کہ اپنے کسی شعر میں میں رار الہام بنا کر متعین کردے۔ اس لئے کہ ان کی لفظی اور معنوی حقارت کے پیش وہ امید نہیں کرتے کہ ان سے کوئی ٠ مت بن پڑے گی۔ میر کا سارا دیوان ایسے ہی الفاظ سے شور انگیز بنا ہوا ہے۔ خط کشیدہ لفظوں پ غور فرمائیے:

وصل اس کا ٠ ا نصیب کرے

میر جی چاہتا ہے کیا کیا کچھ

....

٠ زکی اس کے . کی کیا کہئے

پنکھڑی اک گلاب کی سی ہے

ان اشعار کے محاسن اور فنی ٠٠ اکتیں غور و ۔ مل کے بغیر سمجھ میں نہیں آسکتیں اسلوب اور الفاظ کی اہمیت کا میر نے ای ہی طرح احساس یا اظہار نہیں کیا، اس کی جتنی امکانی صورتیں ہوسکتی ہیں، جن سے معانی میں تہ داری اسلوب میں شیشہ کاری اور مفہوم میں کیف وا ث پیدا ہوسکتا ہے، ان . کو پورے سلیقے کے ساتھ . ۔ ہے۔ یعنی کہیں تکرار الفاظ سے لطف پیدا کرتے ہے، کبھی . و لہجے سے، کہیں مفہوم کو واضح کرنے کے لئے صرف خطوط سے کام یتے ہے، کبھی مبالغہ کرتے ہے، اکثر معمولی الفاظ سے .ڑے مفہوم کو سامع ۔ پہنچا ٠ چاہتا ہے۔ کبھی پیش یا افتادہ موضوعات میں حکمت و بصیرت کے پہلو دیکھتا ہے کبھی تشبیہات میں ندرت اور ٠٠ا ۔ پیدا کرتے ہے۔ یہ سارے محاسن جن کا . اہ را ۔ علاقہ اسلوب سے ہے اس کے کلام میں پ ئے جاتے ہیں اور ان میں ہر خوبی دوسری پ حاوی آتی ہے لیکن ایسا ہے نہیں جس طرح ای مشین میں ہر کل پ زے کی حتی کہ ا کی معلولی سے تچ اور قلابے کی اہمیت ہے لیکن وہ پوری مشین نہیں ہے۔ نہ تنہا اس کے مقصد کوا م دے سکتا ہے، اسی طرح ان محاسن کے فرداً فرداً جا ٠ ے کے وقت یہ ضرور یہ درکھنا چاہئے کہ یہ .ڑی تصو یہ کا ای خط ہیں، پوری تصو نہیں ہیں۔

میر نے ایہام کی عملاً کی ہے،لیکن ایسا نہیں کہ ان میں اَ خیر کا کوئی پہلو تھا تو اسے ا ز کر دی ہو،اسی ایہام کا فا ہ رعا یفظی کی شکل میں اٹھای ہے۔کبھی ای ہی رشتے کے الفاظ فراہم کر ہے۔کبھی ای لفظ کے متعدد پہلو ہوتے ہیں اور ان میں سے ہرای سے کام یت ہے۔مثلاً یہ شعر دیکھئے:۔

آنکھوں میں جی مِرا ہے، اِدھر دیکھتا نہیں
مر ہوں میں تو خ ہائے رے صرفہ نگاہ کا

اب اس میں ''صرفہ'' کے لفظ پ غور کیجئے۔اس کے تین معنی ہیں،اردو سے قدیم کے محاروے میں صرفہ کنجوسی کے معنوں میں بولا جا تھا جیسا کہ میر نے ای اور جگہ بھی کہا ہے۔

ان صحبتوں میں آ جا ہی جاتیاں ہیں
نے عشق کو ہے صرفہ نہ حسن کو محا

یہاں صرفہ جھجک اور کنجوسی کا مفہوم ہی ادا کر رہا ہے۔دوسرے معنی چ کرنے کے بھی ہیں جیسا کہ ہمارے زمانے میں بھی بولا جا ہے،اور تیسرے یہ صرف سے مشتق ہے،اس کے معنی پھرنے کے ہیں۔یہی ای لفظ شعر میں کلیدی حیثیت ر ہے۔اس کے ساتھ پورا ڈراما ذہن میں ر تو معلوم ہوگا کہ میر کے اسلوب کی خوبی یہ بھی ہے کہ اس نے الفاظ کی تکرار سے مفہوم میں وسعت اورا پیدا کرنے کا ی تصوی کشی کا کام لیا ہے۔دوسری صنف کے شعرا رکو چھوڑ دیجئے۔میر کے ہم رتبہ شعرا میں درد اور سودا کے کلام میں یہ صنعت اتنی کثرت اور ایسی سہو سے استعمال نہیں ہوئی ہے۔یہ بہ ا زک مرحلہ ہے۔اَ شاعر نومشق ہو ی الفاظ کے مزاج اور نفسیات اور ا رونی فضا سے پوری طرح آشنا نہ ہو تو ای لفظ کی بے جا تکرار سے سارے شعر کا حسن غارت کر دئے گا۔کیو لفظ کا ا صرف مفہوم ہی پ نہیں پ ،اسلوب سے بھی اتنا ہی گہرا ربط ہو ہے اور شعر میں تو موسیقی اور آہنگ بھی الفاظ ہی سے پیدا ہو ہے

میر نے تکرار الفاظ میں وہ وہ شاعرانہ کمالات دکھائے ہیں کہ یہ اس کے اسالیب شعری کی خصوصیت بن گئی ہے کبھی تو وہ تکرار الفاظ سے وہاں کام ی ہے جہاں بہ ی فضا کا احاطہ مقصود ہو،کبھی وسیع مفہوم کو بند کرنے کے لئے کبھی انہیں جنس ی نوع کے بیان کے واسطے لا ہے۔مثلاً یہ اشعار دیکھئے:

عالم عالم عشق وجنون ہے، د د تہمت ہے
دری دری روتا ہوں میں، صحرا صحرا و ش ت ہے

اس میں عالم عالم، د د ، دری دری، صحرا صحرا کی تکرار سے جو کیفیت پیدائی ہے۔ اسے دوسرے الفاظ میں بیاد کرنا ممکن ہوتا، تو میر ہی یہ ذریعہ کیوں اختیار کرتے!

چلتے ہوتو چمن کو چلئے، کہتے ہیں کہ بہاراں ہے
پت ہرے ہیں پھول کھلے ہیں کم کم باد و باراں ہے

....

پتا پتا بوٹا بوٹا حال ہمارا جانے ہے
جانے نہ جانے گل ہی نہ جانے باغ تو سارا جانے ہے

....

رنگ شکستہ دل ہے شکستہ، سر ہے شکستہ مستی میں
حال کسو کا اپنا سا اس مے خانے میں خراب نہیں

....

دل تڑپے ہے، جان گھلے ہے، حال جگر کا کیا ہوگا
مجنوں مجنوں لوگ کہیں ہیں مجنوں کیا ہم سا ہوگا

....

جم گئی خوں کف قاتل پہ زبس تیرا میر
ان نے کل رو رو دیا ہاتھ کو دھوتے دھوتے

....

کھلنا کم کم کلی نے سیکھا ہے
اس کی آنکھوں کی نیک خوابی ہے

میر کی شاعری میں اتنا کاڑھا ہوا لہجہ تھا ملتا ہے جو اس عہد کے اور کسی شاعر کے ہاں نہیں آ ۔ یہ اسلوب کی جان ہے۔ اور بلا ۔ کی تکمیل اسی سے ہوتی ہے۔ یہ ان تین صفات سے مرکتب ہو ہے جنہیں میر ''صفائے گفتگو'' ''ادابندی'' اور ''خیال'' کی اصطلاحوں میں یاد کر ہے۔ یہ تیں کرنے کا ا از ہے۔ لیکن اس طرح نہیں کہ کہنے اور والے میں کوئی فصل، فوق مرا ، مانو ی ذہنی اور نفسیاتی بعد ہے، بلکہ اس میں من و تو کا فرمٹ جا ہے، اسی لئے شاعر کبھی خود سے مخاطب ہو ہے کبھی اپنے تئیں اپنا غیر سمجھ ی ہے، کبھی بے جان اشیا، کو مخاطب کر ہے، کہیں گفتگو کا ولہجہ حکیمانہ و عارفانہ ہے، کبھی وہ امجذوب آ ہے، وہ ان توں کے پ دے میں حقائق اشیا ر بیان کر ہے، کنہ کائنات کا سراغ لگا ہے، ا ن کی روح سے شناسائی پیدا کر ہے، اپنے ذہنی افق کی پیمایش کر ہے، اور سے ڈی ت جو اس ولہجے کے سوا کسی دوسرے ذریعے سے ممکن نہ تھی کہ یہ اپنی لمحاتی کیفیتوں کو الفاظ کے قا میں ڈھال کر رہمارے ذہنوں منتقل کر دیتا ہے۔ اسی لئے اس کی توں میں شیرینی محسوس ہوتی ہے، اور اکثر یہ گمان ہو ہے کہ یہ ہماری ی ان کیفیتوں کا بیان ہوا ہے اور خود میر کو بھی اس کا احساس ہے چنانچہ وہ کہتا ہے۔

تیں ہماری یاد رہیں پھر تیں ایسی نہ گا
کہتے کسی کو گا تو دیتلک سردھنئے گا

دیر سردھننے کی علت یہی ہے کہ وہ اپنی ہی نفسی واردات محسوس ہوں گی اس ولجے نے میر کے کلام میں چند ممتاز خوبیاں پیدا کر دی ہیں، یان خوبیوں نے یہ دلنشین ولہجہ بنایا ہے، یعنی وہ سادہ بلیغ، پ اثر ترنم سے بھرپور الفاظ لا ہے، اور انہیں اعتماد کے ساتھ ادا کر ہے۔ اس سے واردات کی صداقت اور مانو ی کا احساس پیدا ہو ہے، پھر ان ہی توں نے اسے کائنات کے ذرّے ذرّے سے سرگوشیاں کرنے کی ادا سکھائی ہے۔ وہ سامنے بکھری ہوئی معمولی اور بظاہر غیر اہم چیزوں سے اپنی دوستی اور دلچسپی یا واقفیت اور محرمی کا اظہار کر ہے۔ اس سے قوت

مشاہدہ کے جوہر کھلتے ہیں۔اوریہی   ولہجہ شاعر کی عظمت کا احساس دلا‌ت ہے۔حضرت ا‌ث لکھنوی کا ای شعر ہے:۔

میں میر کا دم بھر‌ت ہوں ا‌ث میں اس کے کلام کا شیدا ہوں
ہاں شعر تو تم کہہ ی‌ت ہو وہ بول بنا‌ٔ مشکل ہے

''بول بنا‌ٔ'' موسیقی کی ای اصطلاح ہے، اور یہ میر کا طرہ امتیاز ہے ‌ت کو سیدھی طرح کہہ دینا اور اسے دل میں ا‌ت ر دینا دو مختلف ‌تیں ہیں۔حالی نے غا کے مرثیہ میں لکھا ہے:۔

لاکھ مضمون اور اس کا ای ٹھٹول
سو تکلیف اور اس کی سیدھی ‌ت
دل میں کھبتی تھی وہ ا‌َ بہ مثل
دن کو دن کہتا اور رات کو رات

سیدھی ‌ت میں یہ خاطر نشیں ہو جانے کی ادا اصلاً ولہجے ہی سے پیدا ہوتی ہے اس کے ساتھ ہی اظہار میں صداقت اور بیان میں وثوق بھی ضروری ہے اور یہ شخصیت کا ‌ٔو ہو‌ت ہے، کسی کمال نہیں، وہی ملکہ ہے،   ولہجے کی مثال کے لئے میر کے یہ اشعار دیکھئے:

کیا خوبی اس کے منھ کی اے غنچہ   کرئے
تُو تو نہ بول ظالم بو آتی ہے وہاں سے!

شعر سے ظاہر ہو‌ت ہے، غنچے سے شاعر مانوس ہے اور بے تکلف ‌تیں کر رہا ہے اسے غنچے کی صورت دیکھ کر محبوب کا ذہن ی‌د آ‌ت ہے، اور یہ محسوس ہو‌ت ہے کہ غنچہ اس کی   کر رہا ہے۔لیکن مقابلہ کر‌ت ہے تو ذہن محبوب اور غنچے میں ‌ڑا فرق ہے اور یہ غنچے کی بے جا جسارت ہی ہے کہ وہ اس کی   اڑائے۔ ولہجے کی ‌ٔمی اور مانو ی‌ت یہ ظاہر کرتی ہے فی الحقیقت اسے غنچہ پ غصہ نہیں آرہا ہے، کیو   اچھی ہو ی ی بہرحال ای محبوب شے کی ہے۔اس لئے جھنجھلاہٹ کی جگہ طنز کا پہلو اختیار کیا ہے۔   اسے ٹوکتا ہے تو غنچہ گو ای‌ا اپنی صفائی میں کچھ کہنا چاہتا ہے (فی الوقع وہ آہستہ آہستہ کھل رہا ہے) یہ تبسم دیکھ کر شاعر سوچتا ہے کہ   میرا محبوب ‌ت کر‌ت ہے تو اس کی شان ہی دوسری ہوتی

ہے۔ غنچے کا اس کے ذہن کی کر· ہی ا۔ جسارت· رواتھی، اب وہ تکلم کا بھی خاکہ اڑانے ہے تو جیسے بیزری سے منھ پھیر۔ ت ہے۔

تُو تو نہ بول ظالم، بوآتی ہے وہاں سے!

دوسرے مصرع کا پہلا ٹکڑا بیزاری میں اضافے کی طرف اشارہ کرت ہے۔ 'ظالم' ایسی جگہ آ۔ ہے کہ اس سے پیار بھری ت ظاہر ہوتی ہے جو غنچے سے مانوس ہونے کی طرف بھی اشارہ کررہی ہے، اور مصرع ؛ نی کے دوسرے ٹکڑے کی خوبی یہ ہے کہ جیسے· م سکیڑ کر، ماتھے پ بل ڈال کر منھ پھیر لیا۔ 'بوآتی' ہے وہاں سے!

میر کے کلام میں اث اور صداقت سادگی سے پیدا ہوتی ہے اور یہ سادگی . ولہجے سے۔ اور یہ سارے عناصر مل کر اس کی ا اد۔ ۔ کی تشکیل کرتے ہیں۔ میر کی ا اد۔ ۔ کو سمجھنے کے لئے اس کے ایسے اشعار سے بہت مدد مل سکتی ہے، جن میں اس نے خود اپنے آرٹ ۔ اپنے فنی تصورات کی طرف اشارہ کیا ہے۔ مثلاً اس کا ا۔ شعر ہے۔

شعر میرے ہیں . خواص پسند
گو مجھے گفتگو عوام سے ہے

یہ شعر میر کی شاعری کے عام ا· از اور ان کے اسلوب اور ا . ولہجے کا مظہر ہے میر خود اپنی شاعری کو ''خواص پسند'' کیوں سمجھتا ہے، یہ مسئلہ تو دوسرے شعر سے حل ہوگا جو آگے درج کیا ۔ ہے، یہاں یہ جان ۔· چاہئے کہ میر کی شاعری میں جو احساس کی شدت اور ادراک کی تیزرسی ہے اور انقباض وا· ط کی جن نفسیاتی کیفیتوں اور لمحاتی واردات کو اس نے بیان کیا ہے ۔ ز· گی کا جو فلسفہ پیش کیا ہے، ۔ وہ ذہنی کرب جو اشیاء کی ما سے آگاہی کے بعد ا۔ حساس شاعر کے نصیب میں آسا ہے، ۔ جن معمولی تجر۔ ت اور واردات کو وہ پیکر شعر کرت ہے، یہ ساری کیفیتیں خواہ ان کا تعلق حقائق اشیاء سے ہو ۔ عشق مجازی سے، غم روزگار سے ہو ۔ غم جا· ں سے، صرف خواص ہی محسوس کر ت ہیں۔ غم عشق کی دو ت ہر بوالہوس کو ملتی ہے، نہ غم روزگار کا اتنا شد۔ احساس ہر شخص کو ہوسکتا ہے۔ پھر یہ کہ میر کی کی شاعری میں اظہار وابلاغ کی جو خوبیاں ہیں، معانی وبیان کے پہلو، ا· از وادا کے رموز اور معنوی نہ داری ہے، اس کا ادراک بھی عام لوگ نہیں کر ت اس لئے میر کا یہ دعویٰ بے جا نہیں کہ اس کی شاعری سے خواص ہی لطف

ا نداز ہو تے ہیں جو اس کے موضوعات شاعری سے ذہنی مطابقت ر کھتے ہوں۔ اور میر کی نفسی افتاد میں اس کے شریک ہونے کی صلاحیت ہے۔ ان میں موجو ہو، جو نہ صرف غزل کے ظاہری محاسن اور آرٹ کی باریکیوں کو سمجھ سکیں بلکہ اس کی معنوی فضا سے بھی شناسا ہوں، اس کے ساتھ ہی میر کہتا ہے کہ میں ''عوام سے گفتگو'' ر کھتا ہوں، یہ اپنے ہی و لہجے کی طرف اشارہ ہے یعنی وہ کیفیات جنہیں خواص ہی سمجھ سکتے ہیں۔ اور وہ لطیف احساسات جو عام دلوں پر وارد نہیں ہوتے بلکہ دیدہ دروں اور بیدار دل خواص ہی کے حصے میں آتے ہیں، انہیں اتنی چابکدستی اور سہولت سے الفاظ میں قید کر دیتا ہوں کہ وہ ''گفتگو ے عوام'' معلوم ہونے لگتے ہیں۔ جیسے کوئی بہت ہی نازک اور دقیق و نرالی کیفیت اتنی آسانی سے بیان ہو جائے کہ دوسرا شخص اسی شدت اور لطافت کے ساتھ اسے محسوس کر لے جیسے وہ کہنے والے کے ذہن میں وارد ہوئی تھی۔ اسی مصرع کا دوسرا پہلو یہ بھی ہے کہ میر کی زبان دہلی کی عوامی بولی سے قریب رہی ہے۔ انہوں نے بقول محمد حسین آزاد جامع مسجد کی سیڑھیوں کے محاروے کو سند جانا ہے۔ اس کی تصدیق ان کے کلام سے بھی ہوتی ہے۔ انہوں نے عوامی بولی کے الفاظ بے تکلف اپنی شاعری میں استعمال کئے ہیں۔ اس کی تفصیلی بحث اور تجزیہ میر کی شاعری کے لسانی مطالعے کے ذیل میں آتا ہے۔ اور ہمارے موضوع سے خارج ہے۔ بہر حال میر کی اس راز سے باخبر تھا کہ زبان کا عام چلن ہی سند اور معیار ہوتا ہے اور اسی سے زبان میں لچک اور وسعت آتی ہے، اور نئے اسالیب کے راستے کھلتے ہیں۔ چنانچہ وہ عوامی بولی کو اپنے عارفانہ وحکیمانہ مضامین کے ابلاغ کے لئے استعمال کرتا ہے۔

میر کے اسلوب کی جن خوبیوں کا اب تک ذکر کیا ہے ان کے امتزاج نے اس کی شاعری کے بڑے حصے کو سہل ممتنع بنا دیا ہے۔ شاعری میں اسے بیان کی معراج سمجھا جاتا ہے کہ بظاہر بات بہت معمولی لفظوں میں اور نہایت آسان انداز میں کہی گئی ہو لیکن دوسرا اس کی تقلید میں کہنے بیٹھے تو دانتوں پسینہ آ جائے۔ فارسی میں حافظ اور سعدی کے کلام کا اکثر حصہ ایسا ہی ہے، اردو میں میر اور غالب کے یہاں یہ وصف ملے گا۔ اس کا خاصہ ہے کہ نہایت گہری ایمائیت اور معانی کی وسعت پیدا ہو جاتی ہے۔ مثلاً اسی شعر کو دیکھیے جو ہم نے اوپر لکھا ہے:۔

کہا میں نے گل کا ہے کتنا ثبات
کلی نے یہ سن کر تبسم کیا

اس کے بیان کی سادگی سے دھوکا کھا کر اکثر مطلب غلط تو نہیں کم سمجھ لیا جا ت ہے یعنی شاعر کہتا ہے کہ کلی نے مسکرا کر یہ ظاہر کیا کہ گل کا ثبات بقدر ی تبسم ہے حالا ایسا نہیں ہے، اتنی ۔ ت تو ہر شاعر کہہ سکتا تھا۔ میر نے کلی کے تبسم کو طنز بتا ی ہے کہ ارے سادہ لوح گل میں ثبات ۔ م کی چیز ہے ہی نہیں، کلی ۔ ۔ کھلی تو گو ی پھول :۔ شروع ہو گئی، اور زوال کی منزل طے کرنے لگی۔ اسے ''ثبات'' ۔ کہا جا سکتا ہے؟ یہ تو مارج فنا ہیں۔ خلاصہ یہ کہ گل کو ثبات نہیں ہے۔ میر کی طرح یہی مضمون درد نے بھی اپنے مخصوص ا۔ از میں کیا ہے۔

اس گلشن ہستی کی عجب د ی ہے لیکن
۔ ۔ آ کھلی گل کی تو موسم ہے ۔ ان کا

یعنی گل کی آ کھلتے ہی ۔ ان پ ہے، ہماری ظاہر بین نگاہیں بہار کے مکمل اختتام کو ۔ ان کی آمد سمجھتی ہیں، لیکن شاعر کا واقف کار ذہن اور تہ رس ادراک یہ دیکھ ت ہے کہ بہار بھی ۔ ان کی منزل کا راستہ ہے۔ غم حقیقت ث بتہ ہے۔ خوشی کا نہ ہو۔ ہی غم ہے، اور خوشی کی ی دبھی غم ہے۔ اس سے ظاہر ہوا کہ یہ کیفیت پ ی اراور وہ عبوری ہے اسے قنوطیت، ی س پسندی، حقائق سے فرار جو ۔ م چاہیں وے لیجئے ہم اس سے چاہے متفق نہ ہوں، ۔ نہیں ہو۔ چاہئے ۔کیو بہرحال یہ بھی ز۔ گی کا ا ی رخ ہے۔

یہ میر کی شاعری کے اسلوب کے چند عناصر ہیں جن سے اس کا مجموعی مزاج تشکیل پ ت ہے۔ ان سے پوری طرح ۔ خبر ہونے کے لئے ہمیں بیک وقت کئی پہلوؤں پ گہری نگاہ ر ۔ ہوگی یعنی میر کا سیاسی اور ادبی سماج، اس کی ا ادی ز۔ گی کے ا ت ر پ ڑھاؤ، اور ان ۔ حالات کا اس کی شاعری میں نعکاس ہے ساتھ ہی ہمیں اس عہد کا معاشی م بھی سامنے رکھنا چاہئے جس نے اقتصادی سطح پ ا نوں کو ہزاروں خانوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ پھر ساری ادبی تحریکیں، ان کی عوام و خواص کے ذہنوں پ َ فت، شرافت و فضلیت کے معیار اور عام ز۔ گی کے دوسرے :ی دی مسائل۔ یہ ۔ میر کی شاعری پ کسی نہ کسی طرح ا ث ا۔ از ہوئے ہیں۔

میر تقی میر بحیثیت د

سبق ۱۴

مقاصد :

اس ب کا مقصد آپ کو میر کی تنقید نِگاری سے واقف کرا ہے۔اس میں ت کرۂ میر ''نکات الشعراء'' کے حوالے سے طلبہ کو میر کے تنقیدی شعور اور اُن کی تنقیدی صلا یت سے آگاہ کروا یا جائے گا۔

تمہید :

اُردو تنقید کے اولین وخال ہمیں اُردو شعراء کے ت کروں میں آتے ہیں۔ان ت کروں میں میر کے ''نکات الشعراء'' کو اولیت حاصل ہے۔ جو اپنے دور کے اعتبار سے تنقید کا ای بہترین نمونہ قرار دی جا سکتا ہے۔ ''نکات الشعر'' میں میر نے نہای سنجیدگی اور خلوص سے کام لِیا ہے۔اس میں تنقید کے مصفانہ اور غیر جا دارانہ اشارے مِلتے ہیں۔ذیل کے ب میں اس پ تفصیل سے ت کی جائے گی۔

میر تقی میر بہ حیثیت د :

قدیم تنقید پ ہم ڈالتے ہیں تو اس کا سلسلہ ہمیں ت کروں ت لے جا ہے۔اُردو میں تنقید کے ابتدائی ش ہمیں ت کروں میں ہی ملتے ہیں۔اُردو میں ت کرہ نویسی کا رواج فارسی کے زیرِ ا ہوا۔ چناں چہ اُردو شعراء کے ت کرے بھی لکل اسی طرز میں لکھے گئے ہیں ۔جس میں فارسی شاعری کے ت کرے لکھے جاتے رہے ہیں۔ظاہر ہے یہ ت کرے زی دہ ت اپنے ذوق کی تسکین ی دل چسپی کے لئے لکھے گئے ہیں۔اس لئے ان کے ا ر سختی سے کسی ایسی چیز کو تلاش کر جو ادبی ،فنی نقطۂ سے مکمل ہو منا نہیں ہے۔دیکھنا تو یہ ہے کہ ا ادی، ذاتی اور شخصی حیثیت کے حامل ہونے کے وجود کسی حد ت ان میں غیر شعوری طور پ وہ عناصر پیدا ہو گئے ہیں جن کو ادبی ،فنی اور

تنقیدی اہمیت حاصل ہے۔

عام طور پ ان تذکروں میں تین چیزیں پ ئی جاتی ہیں۔ ای تو شاعر کے مختلف حالات، دوسرے اس کے کلام پ مختصر سا تبصرہ اور تیسرے اس کے کلام کا انتخاب۔ ان تذکروں میں زی دہ ت ایسے ہیں جو کسی خاص حلقے کی ت جمانی کرتے ہیں ی کسی خاص نقطۂ سے لکھے گئے ہیں اور جن میں جان داری کا عنصر غا ب ہے۔ ت ہم چند تذکرے ایسے بھی ہیں جو بڑی حد ت خلوص، ، دی نت داری اور صداقت کے حامل ہیں۔ اس قسم کے تذکروں میں میر تقی میر کا تذکرہ ''نکات الشعرأ'' سرِ فہر ت ہے۔

اُردو شاعری کے تذکروں میں میر کے ''نکات الشعراء'' کو اولیت حاصل ہے۔ یہ تذکرہ میر نے فارسی ز ب ن میں لکھا ہے جو 1752ء میں مکمل ہوا۔ حالا اسی سال دو اور تذکرے ''گلشنِ گفتار'' (خواجہ اور آ ب دی) اور ''تحفۃ الشعراء'' (مرزا افضل بیگ خان) بھی لکھے گئے اولیت نکات الشعراء کو ہی حاصل رہی ''گفتار'' دراصل دکنی شعراء کا تذکرہ ہے اور اس میں محض تیس شاعروں کا ذِکر ہے۔ جس میں پندرہ شاعر دکن کے ہیں۔ میر کا ذِکر اس تذکرے میں نہیں ہے۔ اسی طرح تحفۃ الشعراء میں کل 62 شاعروں کا ذِکر ہے اور یہ ب شاعر آصف جاہ اوّل اور ن صر بیگ کے عہد کے ہیں۔ اس تذکرے میں بھی میر کا ذِکر ہے۔

جیسا کہ او پ ذِکر ہو چکا ہے ''نکات الشعراء'' فارسی میں اُردو شاعری کا تذکرہ ہے جسے شمالی ہند کے تذکروں میں شرفِ اولیت حاصل ہے۔ اس میں 103 اُردو شاعرون کے مختصر حالات اور اُن کا منتخب کلام شامل ہے۔ میر کا یہ تذکرہ اپنے مواد کے اعتبار سے بیش قیمت ادبی معلومات کے خ انے کی حیثیت ر ت ہے۔ اس میں ظاہر کی گئی رائے کے پیچھے تنقید کا ای تصور مضمر ہے۔ دیکھنے کی ب ت یہ ہے کہ ان اصطلاحات سے کون سے تصور وابستہ ہیں اور ان کے پیچھے یعنی کہ کون سی کائنات پوشیدہ ہے۔

''نکات الشعراء'' کی پہلی خوبی حالات کا بیان ہے جس سے شاعر کی شخصیت اور ماحول کا تھوڑا سا ان ازہ ہو جات ہے۔ ہر چند کہ یہ بیان بہت ہی مختصر ہے ت ہم اس سے شاعر کی زن گی اور اس کے ماحول کا ای دھندلا سا خاکہ ضرور آنکھوں کے سامنے آجات ہے۔ چناں چہ شاعر کے کلام پ تبصرہ اور کلام کے اِنتخاب سے قبل یہ دُھندلا سا خاکہ پیش کر دینا بھی ای اہمیت ر ت ہے کیو یہ چیزیں شاعر کی افتادِ طبع اور ماحول کو سمجھنے میں کسی نہ کسی حد ت ضرور معاون

ث۔ ت ہوتی ہیں۔

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ ''نکات الشعراء'' کی اہمیت ادبی نہ ہو کر ت ر ہے۔ظاہر ہے تذکرہ نویس نے کسی شاعر پر مکمل تنقیدی مضمون نہیں لکھے ہیں کہ جس کی وجہ سے پس منظر اتنا اُجاگر ہو جات کہ اس کی حیثیت ت ر سے ادبی ہو جاتی۔میر کا مقصد تو صرف اپنے تنقیدی نقطۂ کے سہارے اس کے بہترین اشعار کا انتخاب پیش کرنا ہوت تھا۔اس لئے اگر انہوں نے شاعر کی زندگی،شخصیت اور اس کے ماحول کی جھلک بھی دکھا دی تو یہ بھی بڑا کام ہوا۔

میر تقی میر نے اس تذکرہ میں مختلف شاعروں کی زندگی کے جو حالات لکھے ہیں اور ان کی سیرت کا جو بیان کیا ہے،ان ہی سے ان شاعروں کی تصویر آنکھوں میں پھر جاتی ہے۔سراج الدین علی خان آرزُو کے بارے میں جو میر نے لکھا ہے اس سے خان آرزُو کی تصویر آنکھوں میں پھر جاتی ہے اور اس ماحول میں اُن کی شخصیت کا پوری طرح اندازہ ہو جات ہے۔اس طرح مظہر خان جاں سے متعلق،شاکر ناجی ہو دا اور میر درد کے متعلق لکھے گئے تذکرے خاص اہمیت کے حامل ہیں۔میر نے نہایت ہی تنقیدی نقطۂ سے تمام شعراء سے متعلق جانکاری بہم پہنچائی ہے۔انہوں نے گاگر میں ساگر بھرنے کا کام کیا ہے اور نہایت ہی اختصار کے ساتھ انہوں نے شاعروں کے حالات ماحول اور سیرت کا نقشہ پیش کرتے ہوئے اُن کے دل کش خاکے کھینچے ہیں۔

اگرچہ میر کے پیش کئے ہوئے یہ خاکے مختصر ہیں۔لیکن اس کے باوجود یہ مکمل معلوم ہوتے ہیں۔انہوں نے حالات کے بیان کے ساتھ ساتھ ماحول پر روشنی ڈالی ہے۔اس وجہ سے ان کی سیرت نگاری میں زیادہ جان پیدا ہو گئی ہے۔ڈاکٹر عبداللہ کے مطابق نکات الشعراء کا شاندار ترین وصف اس کی سیرت نگاری ہے۔ایک تذکرہ نگار کے لئے لازمی ہے کہ وہ اپنے اشخاص کی زندگی اور واقعات کو ایسے پُر معنی ا ز و اختصار سے بیان کرے جس سے ان اشخاص کی پوری سیرت آنکھوں میں گھوم جائے۔نکات الشعراء میں ا ز و اختصار کے ساتھ ان شاعروں کی سیرتوں کا بیان، ان کے کلام کی تنقید کے سلسلے میں پس منظر کا کام کرت ہے،اسی وجہ سے وہ اہم ہے۔

''نکات الشعراء'' میں میر نے جہاں بہ طورِ نمونہ اشعار پیش کئے ہیں وہیں شعرا کے کچھ اشعار کو بہ نظرِ اصلاح بھی دیکھا ہے۔اس سے نہ صرف اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ میر کو اصولِ فن سے گہری واقفیت تھی بلکہ یہ بھی معلوم ہوت ہے کہ انھیں شعر کی قدر و قیمت کو پ ن کا غیر معمولی ملکہ حاصل تھا۔میر نے اپنے پورے تذکرے میں صرف چند اشعار

پ ہی اصلاحیں دی ہیں اوران میں زیدہ تر اشعار وہ ہیں جو میر کی اصلاح کے بعد زیدہ بہتر صورت اختیار کر یت ہیں۔

''نکات الشعراء'' کی تنقیدی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ یہ اُردو شعراء کے قدیم ترین تذکروں میں سے ہے اور ہمارے شعر و ادب کی ت ریخ اور تنقید کے سلسلے میں ماخذِ اول کی حیثیت ر تا ہے۔''نکات الشعراء'' کی تنقیدی اہمیت پ اظہارِ خیال کرتے ہوئے مولوی عبدالحق لکھتے ہیں۔اس میں عموماً اور اکثر شعراء کے کلام پ منصفانہ اور بے ب کانہ تنقید پ ئی جاتی ہے۔

میر تقی میر اُردو کے پہلے تذکرہ نویس ہیں جنہوں نے صحیح تنقید سے کام لیا ہے اور جہاں کوئی سقم آ یا ہے وہاں بے رو در عای ت اس کا اظہار کر دی ہے اور ہر شعر کے متعلق ت مل نہیں کیا ہے۔ یہ ب ت دوسرے تذکرہ نویسوں میں عام طور پ مفقود ہے۔ وہ اپنےَ وہ کے شاعروں کی جا بے جا تعریف کرتے ہیں اور حریفَ وہ والوں کی تعریف اول تو کرتے نہیں اور اَ کرتے بھی ہیں تو دبی ز ن سے اور اس میں بھی کوئی چوٹ ضرور کر جاتے ہیں۔ میر کی شان اس سے بہت ارفع تھی وہ کسیَ وہ سے تعلق نہیں ر ت تھے۔ علاوہ اس کے میر نے شعراء کے حالات بیان کرنے میں بھی ت مقدور صحت سے کام لیا ہے۔ اور بعض غلط فہمیوں کو ب سے اوّل انھوں نے رفع کیا ہے۔

اُردو کے بعض ن قدین اور تذکرہ نگار میر تقی میر کے ا ن ازِ تنقید کو توازن خیال نہیں کرتے۔ ان کا خیال ہے کہ انھوں نے اپنی خود پسندی کے ب ب یعض شعراء کی بے جا تعریف کی ہے اور بعض کو بے ب ب لتاڑا ہے۔ لیکن یہ صحیح نہیں ہے ''نکات الشعراء'' کے مطالعے سے یہ واضح ہو جات ہے کہ میر نہای ت پ ک مشرب، مورب و مہذب، ز ن ہ دل ی ر ب ش، ا ف اور صفائی سے درج تھے۔ ہر موقع پ اس کی تصریح لازم ہے۔ بے تحقیق کسی ب ت کا لکھنا پسند نہیں کرتے تھے۔ وہ اپنے معاصرین کا ذِکر ب ڑے ادب سے کرتے تھے۔

''نکات الشعراء'' اَ چہ شعراء کا تذکرہ ہے کوئی ت ر کتاب نہیں۔ت ہم میر نے یہ التزام کیا ہے کہ جو واقعہ تحقیق نہ ہو اُس کو نہ لکھا جائے اور اَ لکھا بھی جائے تو اُس کا غیر محقق ہو ن ظاہر کر دی جائے۔ جن شعراء کا حال معلوم نہ تھا وہاں صاف لکھ دی ہے کہ اُن کا حال معلوم نہیں۔ تمام تذکرہ میں ای بھی لفظ میر کے قلم سے ایسا نہیں نکلا جس سے اُن کی خود بینی و خود پسندی عیاں ہو۔ خلاف اس کے اپنا ذکر ہر جگہ ن انہ لہجے میں کیا ہے۔ خود کو فقیر اور خاکسار کہہ کر مخاطب کیا ہے۔ ب وجود تہذی ب اور انکسار کے جہاں تنقید کی ضرورت تھی وہاں بے لاگ رائے ظاہر کی ہے لیکن اس

کے ساتھ ا ف کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ میر نے جا بجا شعراء کے کلام کی نسبت لکھا ہے کہ اس شعر میں بجائے فلاں لفظ کے یہ لفظ ہوتا تو خوب ہوتا اِن اصلاحوں سے میر کے مذاقِ صحیح اور مرتبۂ استادی کا پتہ چلتا ہے۔

میر تقی میر فارسی محاورہ لکھتے ہیں اکثر جگہ پُر لطف الفاظ قلم سے نکل جاتے ہیں۔ اُن کا بیان مبالغہ اور بے جا لفاظی سے پاک ہے۔ وہ اپنے بیان میں جا بجا استادانہ اشارے کرتے جاتے ہیں۔

یہ بات صحیح ہے کہ میر تقی میر نے شعراء کے متعلق بے لاگ آراء پیش کی ہیں۔ ان کی رائے سے ہم اختلاف کریں یا اتفاق اس سے انکار ممکن نہیں کہ وہ شاعری کے ساتھ ساتھ تنقید کا بھی اچھا شعور رکھتے تھے۔ ان کے لسانی اور تنقیدی شعور کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ انھوں نے اپنے تذکرے کے آغاز میں ریختہ اور اس کے اقسام کی تعریف کرتے ہوئے فنِ شعر کے معیار کا تعین کرنے کی کوشش کی ہے اور اُن کے ذہن میں جو اُردو شاعری اور اس کے معیارِ فکر و فن کے متعلق جو اُصول تھے ان کا اظہار کر دیا ہے۔ اس اعتبار سے میر اُردو شاعری کے پہلے ناقد ہیں جن کے یہاں عملی تنقید سے الگ ہٹ کر تنقید کے سلسلے میں بھی بعض اصولوں اور راؤں کی نشان دہی ملتی ہے۔

کتب برائے مُطالعہ :

۱۔ میر تقی میر حیات و شاعری از خواجہ احمد فاروقی

۲۔ نکات الشعراء کی اہمیت از ایم۔اے، فا

۳۔ نکات الشعراء (اردو ترجمہ) از مولوی عبدالحق

۴۔ میر تنقید تذکروں سے عصرِ حاضر تک ۔ ریشماں پروین

میر تقی میر کی تذکرہ نگاری

سبق ۱۴

مقاصد :

اس باب میں آپ میر تقی میر کے تذکرے ''نکات الشعراء'' سے متعارف ہوں گے۔اس کے علاوہ میر کی تذکرہ نگاری کی خصوصیات سے بھی جانکاری حاصل کریں گے۔

تمہید :

میر تقی میر ہمارے ان بڑے شعراء میں ہیں جن کی عظمت کا اعتراف نہ صرف ان کے اپنے زمانے میں بلکہ جیسے جیسے زمانہ گزرتا گیا ان کی معنویت میں مزید استحکام ہوتی گئی۔میر کی شعری عظمت تو اپنی جگہ ہے ہی لیکن ان کی تصانیف جوانھوں نے فارسی زبان میں لکھی ہے میں بھی کوئی کمی نہیں۔میر کی ان تصانیف میں تذکرہ ''نکات الشعراء'' خاص اہمیت کا حامل ہے۔اس باب میں میر تقی میر تذکرہ نگاری کے اوصاف بیان کر کے اُن کے ادبی مرتبے کا تعین کیا جائے گا۔ساتھ ہی ساتھ نکات الشعراء کی تنقیدی اور تاریخی اہمیت پر بھی روشنی ڈالی جائے گی۔

میر تقی میر کی تذکرہ نگاری :

بابائے سخن، امام الشعرا میر تقی میر کا مرتبہ ادبی حلقوں میں کسی تعارف کا محتاج نہیں۔کون ہے جو میر کے نام اور ان کے کلام سے واقفیت اور عقیدت نہ رکھتا ہو۔شاعری کے ساتھ ہی ساتھ میر کی ان تصانیف کو بھی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔میر نے چار یادگار تصانیف چھوڑی ہیں۔''نکات الشعراء''، ''فیض میر''، ''دریائے عشق'' اور ''ذکرِ میر'' یہ چاروں فارسی زبان میں ہیں۔اور اپنے موضوع کے اعتبار سے مختلف ہیں۔

میر تقی میر کا تذکرہ ''نکات الشعراء'' اُردو شعراء کے تذکروں میں خاص اہمیت کا حامل ہے۔قدیم تذکروں پر تحقیق کرنے والے محقق مثلاً مولوی عبدالحق، محی الدین قادری زور، حبیب الرحمان، حافظ محمود شیرانی،

ڈاکٹر ابواللیث صدیقی اور قاضی سید عبدالودود وغیرہ نے بھی ''نکات الشعراء'' کو ہی مقدم قرار دیا ہے۔ اُردو میں شعراء کی ''تذکرہ نگاری کا آغاز تقریباً اٹھارھویں صدی عیسوی کے وسط سے ہوتا ہے اور آبِ حیات تک قائم رہتا ہے۔ اس کے بعد حقیقتاً تذکرہ نگاری کا دور ختم ہو جاتا ہے اور اس کی جگہ مغرب کے زیرِ اثر تنقید، تاریخ اور سوانح نگاری لے لیتی ہے۔

'نکات الشعراء' 1752ء میں مکمل ہوا اِس میں 103 شعراء کے حالات درج ہیں۔ یہ تذکرہ احمد شاہ ابدالی کے عہد کی تالیف ہے جبکہ سلطنت مغلیہ کا چراغ گُل ہو رہا تھا، خانہ جنگیوں اور لوٹ مار کے ہنگامے برپا تھے۔ امنی کا دَور دورہ تھا، دائرۂ معاش بہت کچھ تنگ ہو چکا تھا۔ اس پر بھی اُس زمانہ کی معاشرت کی مضبوطی کو دیکھو تمام خطرات اور مصائب سے بالا ہو کر اپنی وضع اور صفت پر قائم تھی۔ اس کی بہترین مثال ہمیں میر تقی میر کے تذکرہ نکات الشعراء کے بیان میں آتی ہے۔

''نکات الشعراء'' اُردو شعراء کے قدیم ترین تذکروں میں سے ہے اور ہمارے شعر و ادب کی تاریخ کے سلسلے میں ماخذِ قوّل کی حیثیت رکھتا ہے۔ میر اُردو کے پہلے عظیم شاعر ہیں جنھوں نے اُردو کی جملہ شعری اصناف میں ہی طبع آزمائی نہیں کہ بلکہ تذکرہ 'نکات الشعراء' تصنیف کر کے اپنے عہد کے شعراء اور شاعری کے واضح خدوخال بھی متعین کیے۔

''نکات الشعراء'' کی اہمیت ہمارے ادب میں تنقیدی بھی ہے اور سوانحی بھی۔ اس کی اہمیت پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے مولوی عبدالحق رقم طراز ہیں، اس میں عموماً اور اکثر شعراء کے کلام پر منصفانہ اور بے باکانہ تنقید پائی جاتی ہے۔

میر تقی میر پہلے تذکرہ نویس ہیں جنھوں نے صحیح تنقید سے کام لیا ہے اور جہاں کوئی سقم آیا ہے بے روو رعایت اس کا اظہار کر دیا ہے۔ یہ بات دوسرے تذکرہ نویسوں میں عام طور پر مفقود ہے۔ وہ اپنے ہم وطن شاعروں کی جا بجا تعریف کرتے ہیں اور دوسرے ہم وطنوں کی اوّل تو تعریف کرتے ہی نہیں اور اگر کرتے بھی ہیں تو دبے الفاظ میں اور اس میں بھی کوئی طنز یا چوٹ ضرور کر جاتے ہیں۔ میر کی شان اس سے بہت ارفع تھی وہ کسی سے تعلق نہیں رکھتے تھے۔ علاوہ ازیں میر نے شعراء کے حالات اور ماحول کے بیان میں حقائق کو پیشِ نظر رکھا ہے۔ اور بعض غلط فہمیوں کو دور کرنے سے پہلے انھوں نے رفع کیا ہے۔

یہ امر صحیح ہے کہ میر تقی میر نے شعراء کے متعلق بے لاگ را دی ہیں۔ ان کی رائے سے ہم اختلاف کریں یا اتفاق اس سے انکار ممکن نہیں کہ وہ شاعری کے ساتھ ساتھ تنقید کا بھی اچھا شعور ر تے تھے۔ ان کے لسانی اور تنقیدی شعور کا ا ازہ اُن کے کرے نکات الشعراء سے بخوبی لگا یا جا سکتا ہے۔ کرے کے اختتام پر انھوں نے ریختہ اور اس کے اقسوام کی تعریف کرتے ہوئے فنِ شعر کے معیار کا تعین کرنے کی کوشش کی ہے۔ اُن کے ذہن میں جو اُردو شاعری اور اس کے معیارِ فکر وفن کے متعلق جو اصول تھے ان کا اظہار کر دیا ہے۔ میر نے اس کرے میں جو اُصوُل مرتب کئے ہیں کسی زمانے میں فن کو جانچنے اور پر کے پیمانے ہوا کرتے تھے۔ آج بھی ہم کُلی طور پر نہ سہی جزوی طور پر ہی سہی ان اصولوں کی صداقت سے انکار نہیں کر تے۔

اُردو کے بعض قدین اور کرہ نگار میر تقی میر کے ا ازِ تنقید کو متوازن نہیں سمجھتے۔ ان کا خیال ہے کہ انھوں نے اپنی خود پسندی کے بعض شعراء کی بے جا تعریف کی ہے اور بعض کو بے لتاڑا ہے۔ خصوصاً حاتم، یقین، حشمت، خاکسار وغیرہ کے رے میں میر نے جو کچھ لکھا ہے اُس میں ا تلخ ولہجہ اپنا ہے۔ لیکن ''نکات الشعراء'' کے مطالعے سے اس ت کا انکشاف ہوجا ہے کہ میر پر لگائے گئے یہ الزام بے د ہیں۔ میر نہای پ ک مشرب، مورب و مہذب، ز ہ دل، ر ش، ا ف پسند اور الموز اج ا ن تھے۔ دوستی کے مرا اُن کے دستور العمل میں بہت وضا اور صفائی سے درج تھے۔ ہر موقع پر اس کی تصریح لازم ہے۔ بے تحقیق کسی ت کا لکھنا پسند نہیں کرتے تھے۔ وہ اپنے معاصرین کا ذکر ڑے ادب سے کرتے تھے۔

نکات الشعراء اگرچہ شعراء کا کرہ ہے کوئی ر کتاب نہیں ہے۔ ہم میر نے یہ التزام کیا ہے کہ جو واقعہ تحقیق نہ ہو اُس کو نہ لکھا جائے اور اگر لکھا بھی جائے تو اُس غیر محقق ہو ، ظاہر کر دیا جائے۔ جس شعراء کا حال معلوم نہ تھا وہاں صاف لکھ دیا ہے کہ اُن کا حال معلوم نہیں ہے۔ تمام کرے میں ای لفظ بھی میر کے قلم سے ایسا نہیں نکلا جس سے اُن کی خود بینی وخود پسندی یا دماغی عیاں ہو۔ خلاف اس کے اپنا ذکر ہر جگہ انہ لہجے میں کیا ہے۔ وجود تہذیب اور انکسار کے جہاں تنقید کی ضرورت تھی وہاں بے لاگ رائے ظاہر کی ہے لیکن اس کے ساتھ ا ف کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا ہے۔ میر نے جا بجا شعراء کے کلام کی نسبت لکھا ہے کہ اس شعر میں بجائے فلاں لفظ کے یہ لفظ ہو تو خوب ہو۔ اِن اصلاحوں سے میر کے مذاقِ صحیح اور مرتبۂ استادی کا پتہ چلتا ہے۔

تنقیدی پہلو سے قطع سوا اور ر اعتبار سے بھی 'نکات الشعراء' کی اہمیت مسلّم ہے۔اس کے ' اجم کے ذریعے صرف یہی نہیں کہ میر کی ز ' گی اور شخصیت کے بعض اہم ا ' اہمارے سامنے آتے ہیں بلکہ جن شعراء کا ذکر انھوں نے کیا ہے اُن پ اور اُن کے موحول پ بھی ایسی روشنی پ ٹتی ہے کہ ہمیں ان کی چہرہ نگاری اور سما جی شعور کا قائل ہو ' پ ' ہے۔ بقول ڈاکٹر سید عبداللہ، پ خاکہ بناتے وقت منا . الفاظ پ غیر معمولی قدرت کا ثبوت پیش کرتے ہیں۔ان کے الفاظ جامع اور پُر معنی ہوتے ہیں۔میر نے نکات الشعرء میں ا سو سے زا ' شعراء کے قلمی چہرے پیش کئے ہیں لیکن رنگار ' صورتوں میں خود ان کے چہرے کی بھی اصل جھلک موجود ہے۔اس جھلک میں جو . تیں بہت یں طور پ سامنے آتی ہیں وہ ان کے مزاج کی شگفتگی اور خوش خلقی ہے۔

میر کے متعلق بعض ' قدین کا یہ خیال ہے کہ وہ ا افسردہ طبعیت ،خشک مزاج ،مردم بیزار اور خلوت پسند آدمی تھے۔نکات الشعراء کی روشنی میں در نہیں معلوم ہو ' ۔میر اپنے دوستوں کے خود بھی فقرے پ ' کرتے تھے اور دوسروں کے . جستہ فقروں کی کھلی داد بھی دیتے تھے۔عرسوں اور میلوں میں بھی شر یک ہوتے تھے اور دوسروں کے یہاں شعر وسخن کی محفلوں میں بھی شر یک ہوتے تھے۔

میر نے نکات الشعراء میں اپنا ذکر . سے آ ' میں کیا ہے۔اس ' کرے میں انھوں نے اپنے حال کا ذکر تو کیا ہے لیکن اپنی شاعری کے . رے میں کوئی رائے نہیں دی ہے۔انھوں نے اس میں اپنے کلام کا ا طویل انتخاب دے کر اپنی شاعرانہ اہمیت کا احساس دلا دیا ہے۔یہ انتخاب ۲۴۸ اشعار پ مشتمل ہے۔اس کے علاوہ انھوں نے اپنی شاعرانہ اہمیت کے اظہار کا ا گوشہ اور تلاش کر لیا ہے۔جو خاتمہ کے ' م سے نکات الشعراء کے آ ' ی صفحہ پ درج ہے۔بظاہر اس میں انھوں نے ریختہ کی قسمیں بتائی ہیں۔اور اسے چھ قسموں میں تقسیم کیا ہے جس کی چوتھی اور چھٹی قسم میں انھوں نے اپنی شاعری اور اپنی تعریف کا پہلو ' ی خوبصورتی سے نکال لیا ہے۔ریختے کی چھٹی قسم کو وہ اپنی شاعری سے منسوب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ وہ ا ' از ہے جسے میں نے اختیار کیا ہے۔

ا اور . ت اہم ہے کہ نکات الشعراء میں میر کا ذکر . اہ را ' نہ ہوتے ہوئے بھی پورے ' کرے پ حاوی آ ' ہے۔انھوں نے اپنا جو طویل انتخاب شامل کیا ہے اُس سے اُن کے شعری مذاق کا ا ' ازہ ہو ' ہے۔یعنی اپنے جو اشعار انھوں نے منتخب کئے ہیں وہ بعد کے زمانے میں بھی ان کے اچھے اشعار میں شمار کئے گئے۔اس سے

ا ازہ ہوت ہے کہ میر کو جو دسترس ز ن اور شاعری پ تھی وہی شعر فہمی پ بھی تھی۔ علاوہ ازیں معاصر شعراء کی اصلاح سے بھی ان کی تنقیدی بصیرت اور شعر شناسی کا احساس ہوت ہے۔

نکات الشعراء کی ز ن فارسی ہے، میر فارسی ز ن محاورہ لکھتے ہیں۔ وہ اکثر جگہ پ پُر لطف الفاظ کا استعمال کرتے ہیں۔ اُن کا بیان مبالغہ اور بے جا لفاظی سے پ ک ہے اور جا بجا استادانہ اشارے میں ملتے ہیں۔ مولوی عبدالحق کے متر بہ نسخے کی فہر ت کے مطابق اس میں ای سو تین شاعروں کا ذکر آ ی ہے۔ یہ ت کرہ حضرت امیر خسرو کے ذکر سے شروع ہو کر میر تقی میر یعنی خود مصنف کے ذکر پ ختم ہو جا ت ہے۔ نکات الشعراء تنقید اور سوانح دونوں لحاظ سے اُردو شعر و ادب کی ت ریخ میں بہت اہم ہے۔ اس کے ذریعے میر اور اُن کے معاصرین اور ماحول کے متعلق بہت سی ایسی ت تیں سامنے آتی ہیں جو کسی اور ذریعے سے ممکن نہ تھیں۔

مختصراً نکات الشعراء کی اہمیت کئی طرح سے ہے اوّل تو یہ اُردو کا پہلا ت کرہ ہے اس لئے اس کی ت ر اہمیت ہے، دوم یہ میر تقی میر نے لکھا ہے جو خود عظیم شاعر ہیں۔ سوم اس میں ڈھائی پونے تین سو ب س قبل کے اُردو شعراء کے ب ے شگفتہ اور کامیاب خاکے ہیں۔ ان کے بہترین اشعار ہیں، چہارم اس میں اُردو تنقید کے اولین ن وخال ہیں اُس زمانے کے تنقیدی پیمانے ہیں جو اب گم ہو گئے ہیں اور پنجم یہ کہ میر کے تنقیدی پیمانے جانکر ہم ان کی شاعری کا بہترین شعور کر ت ہیں۔

کتب ب ائے مُطالعہ :

۱۔ میر کی تنقید ت کروں سے عصرِ حاضر ت ۔ ریشماں پ وین

۲۔ نکات الشعراء کی اہمیت از ایم۔اے، فا

۳۔ نکات الشعراء (اردو ت جمہ) از مولوی عبدالحق

میر تقی میر کی سوانح نگاری

سبق ۱۵

مقاصد :

اس ب میں میر تقی میر کی سوانح نگاری کی خصوصیات کو پیش کیا ہے۔اُن کی فارسی تصانیف، ذکرِ میر، اور 'نکات الشعراء' کے اجم کے حوالے سے اُن کی سوا حیثیت کی اہمیت کو اُجا کیا ہے۔

تمہید :

میر کے امتیازات میں ای امتیاز یہ بھی ہے کہ وہ اُردو کے پہلے شاعر ہیں جنہوں نے خود اپنی سوانح عمری ''ذکرِ میر'' کے عنوان سے بہ ز ن فارسی تحری کی۔جس کی اہمیت کے پیش اُسے پ وفیسر راحمد فاروقی صا نے اُردو ز ن میں جمہ کر کے ''میر کی آپ ی'' کے عنوان سے شائع کرا ۔اُن کی دوسری تصنیف ''نکات الشعراء'' بھی کرہ نگاری میں اولین حیثیت ر ہے۔اس کو بھی ئے اُردو مولوی عبدالحق صا نے اُردو میں جمہ کر کے اُردو دُ میں روشناس کرا ۔چناں چہ میر تقی میر کی سوانح نگاری کے وخال ان ہی دو تصانیف کے حوالے سے پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

میر تقی میر کی سوانح نگاری :

میر تقی میر کو اُردو شاعری کا اما جا ہے۔میر کی ی اور اُستادی کا اعتراف سخ، غا اور ذوق جیسے اعلیٰ مرتبہ شعراء نے کیا ہے۔اس ائے سخن نے جہاں شاعری کو بلند رتبہ کیا وہیں سوانح نگاری کے میدان میں ''ذکرِ میر'' تصنیف کر کے ای عظیم کار مہا م دی۔''ذکرِ میر'' میر کی خود نو سرانح عمری ہے جو فارسی میں لکھی گئی ہے۔''ذکرِ میر'' کی تصنیف کا آغاز ہوا اس رے میں کوئی حتمی رائے قائم نہیں کی جا سکتی۔ہم بعض محققین کا خیال ہے کہ میر نے اُسے ۱۱۸۵ھ سے بہت پہلے لکھنا شروع کر دی تھا۔اور آ ی عمر اس میں اضافہ و میم کرتے رہے

لیکن قاضی عبدالودودفرماتے ہیں کہ یہ کتاب 1771ء میں شروع ہوئی 1788ء میں تمام ہوئی۔ ہم میر اُردو کے پہلے شاعر ہیں جنھوں نے خود اپنی سوانح عمری لکھی اور وہ محفوظ رہ گئی۔

''ذکرِ میر'' فارسی ز ن میں ہے۔اس کا ای قلمی نسخہ خان بہادر مولوی بشیر الدین کو 1808ء میں تھا۔ جس کا اُردو جمہ 1926ء میں مولوی عبدالحق نے سہ ماہی اُردو چھا پھر فارسی متن بھی اپنے مقدمے کے ساتھ شائع کیا۔میر کے تین قلمی نسخے اب در یفت ہوئے ہیں۔ای اٹ وہ کے خان بہادر مولوی کے پ س ہے، سوسرا نسخہ لاہور جو پ وفیسر محمد سفیع کی ملکیت ہے اور تیسرا نسخہ رام پور جو کتاب خانہ عالیہ رام پور ہے محفوظ ہے۔

میر تقی میر کو اپنے معاصرین میں یہ اختیار حاصل ہے کہ انھوں نے اپنے ذاتی حالات اور اپنے عہد کی سیاسی شورش اور ا ر کی داستان کو'ذکر میر' کے م سے قلم بند کیا۔ ئے اُردو'ڈاکٹر مولوی علد الحق کے احسا ت سے اُردو ز ن ہمیشہ زیر ر رہے گی کہ انھوں نے کتنے ہی نہا اہم،نہا بیش قیمتی متون تلاش کر کے شائع کر دیئے تھے۔ اُن کی و ہی میر کی فارسی سوانح عمری''ذکرِ میر'' کا متن ہمارے ہاتھوں میں پہنچا۔1928ء میں یہ کیات انجمن قی اُردو (ہند) اور آ د سے میں چھپی تھی۔'ذکر میر' کو راحمد فاروقی نے 1957ء میں''میر کی آپ ''کے عنوان سے مکتبہ ہان دہلی نے شائع کروا ۔اس کتاب کا اُردو کی علمی دُ میں ی م جوشی سے استقبال کیا ۔

''ذکرِ میر'' کی اہمیت شخصی بھی ہے اور آفاقی بھی۔شخصی یہ کہ اس سے میرُ کے اپنے حالات جن سے متعلق کسی شبہے کا امکان نہیں، کم و بیش تفصیل سے معلوم ہو جاتے ہیں۔چناں چہ میر کی ز گی کے حالات''ذکرِ میر'' سے ز دہ مستند اور کوئی ما نہیں'' کرہ نویسیوں نے عام طور پ اور مولا محمد حسین آزاد نے آبِ حیا میں خاص طور پ جو تیں میر سے متعلق لکھی ہیں اُن سے بہت سی غلط فہمیاں پیدا ہو گئی ہیں۔ان کی اصلاح''ذکرِ میر'' سے ہو جاتی ہے۔میر کے ذاتی حالات کے علاوہ یہ کتاب ہندوستان کی اُس دور کی ریخ کا بھی بہت اچھا ما ہے۔میر کا زمانہ اپرُ آشوب دور رہا ہے۔بیرونی حملہ آوروں کی و راج اور ا رونی امیروں کی خانہ جنگی اور پیش قدمی نے سلطنتِ مغلیہ کا حال بہت پتلا کر رکھا تھا۔احمد شاہ درانی کے حملے افغانوں، مرہٹوں اور جاٹوں کی کشمکش وغیرہ۔یہ تمام حالات نہ صرف میر کے سامنے پیش آئے بلکہ وہ خود اس در یئے خون کے شناور رہے۔اور کتنے معرکوں میں تو اتِ خود موجود تھے۔ ان خانہ جنگیوں کی بعض تفصیلات جو انھوں نے قلم بند کی ہیں، وہ کسی دوسری جگہ نہیں ملتیں۔اس اعتبار سے''ذکرِ میر''

ای خاص اہمیت کی حامل ہے۔

ان بتوں کے علاوہ ''ذکرِ میر'' کی ای خوبی یہ بھی ہے کہ اس میں اخلاقی اور روحانی تعلیم ایسے سادہ اور دل کش اند از میں بیان کی گئی ہے کہ اُس سے بہتر بہت کم کسی اور جتہ دیکھنے میں آئی۔ میر ای اہلِ علم وعرفان خان ان کے نام لیوا تھا۔ اُن کے والد میر علی متقی ... یہ درویش اور صاحبِ رُشد وہدای صوفی تھے۔ میر کے چچا بھی صوفی منش آدمی تھے۔ یہی ... ہے کہ میر کے والد یچچا نے جو تعلیم اُنھیں دی، اُس کا لفظ لفظ خلوص سے پُر اور ... ل ہے۔ میر کی شخصیت کی تشکیل میں اس تعلیم کو بڑا عملی دخل ہے۔ چوں کہ یہ بتیں دل سے نکلی ہیں۔ اس لئے دل پ اثر کرتی ہیں۔ میر کا یہ ر اُن کی آپ بیتی بعنوان ''ذکرِ میر'' میں بھی جلوہ ہے۔

میر نے اپنی آپ بیتی میں نہ صرف دہلی کے ... راجڑنے کا ذکر کیا ہے بلکہ لاہور سے آ ہ، متھرا اور فراخ آ ... کے ہنگاموں اور رعای کی ... حالی کا بھی مرثیہ لکھا ہے۔ کتاب کا جو حصّہ امیر الامراء صمصام الدّولہ کے در ... ر سے وظیفہ مقرر ہونے اور اُس کے بعد کے حالات وحادثات سے متعلق ہے وہ البتہ ... ر حقائق ہیں اور دوسری تاریخوں سے زیادہ مستند سمجھے جاتے ہیں۔

میر تقی میر کی سوانح ''ذکر میر'' کی ادبی حیثیت بھی مسلّم ہے۔ مولوی عبدالحق میر کی فارسی کو سادہ اور شیریں بتاتے ہیں۔ میر نے اس کتاب کو بڑی محنت سے لکھا ہے جس کا اندازہ اس کے مطالعہ سے ہوجاتا ہے۔ ''ذکرِ میر'' کے الفاظ اور محاورے ''چراغِ ہدای '' کے سوا کسی دوسری لغت میں مشکل سے ملتے ہیں۔

''ذکرِ میر'' کو میر کی سوانح عمری کہا جاتا ہے اس میں سوانح عمری کم سے کم ہے، یہ تصنیف حوادث اور سانحات سے بھری پڑی ہے۔ میر ایسی سینکڑوں بتیں ہمیں نہیں بتاتے جن کا جواب کسی خود نوشت سوانح عمری سے طلب کیا جاتا ہے۔ انھیں یہ کتاب لکھنے کی ترغیب چراغِ ہدای سے ملی اور انھوں نے ای انی محاورہ استعمال کرنے کے شوق میں اس کتاب کی داغ بیل ڈالی، یہ کلای فارسی، ای انی محاورے اور سبک ہندی کی آمیزش کا ای خوشگوار مر ... ہے۔ اس میں میر کا اپنا منفرد اُسلوب ملتا ہے۔ وہ چھوٹے چھوٹے مربوط اور خوب صورت جملے لکھتے ہیں، اُن کی میں بھی اکثر رعایتِ لفظی اور مراعاۃ النظیر کا وہ التزام موجود ہے جو میر کے شاعرانہ اُسلوب کا خاصہ ہے۔ آورد یتصنّع کا احساس نہیں ہوتا۔ میر کے معاصرین میں کسی دوسرے ہندی نژاد مصنف نے ایسے فارسی اُسلوب میں

کوئی کتاب نہیں لکھی۔ یہ اُسلوب ذکرِ میر اور فیضِ میر میں خوب یں ہے۔ میر کی عبارت میں چھوٹے چھوٹے جملے بلکہ دو لفظی اور سہ لفظی فقروں کے بعد قافیہ آ ہے جو عجب بہار دکھا ہے۔

ادبی اور لسانی حیثیت کے علاوہ ذکرِ میر کی اہمیت ای اہم ر ما کی بھی ہے۔ اس میں جو واقعات بیان کئے گئے ہیں اُن کا آغاز مارچ 1739ء سے ہو ہے اور آ ی واقعات مارچ 1789ء کے ہیں اس طرح یہ پورے پچاس . سوں کے جستہ جستہ واقعات پ مشتمل ہے اس میں کچھ واقعات وہ بھی ہیں جن میں میر تقی میر خود شری ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ میر کے اسفار کی تفصیل بھی اس کتاب میں درج ہے۔ 'ذکرِ میر' میں جو ر واقعات بیان ہوئے ہیں اُن کا تحلیلی اور تقابلی مطالعہ بعض اہم ئج پہنچا سکتا ہے۔ قابلِ غور . ت یہ ہے کہ میر کا مقصد اپنے زمانے کی ریخ لکھنا نہیں تھا وہ خود جن خوادث کی لپیٹ میں آئے اُن کا بیان کرنے سے اُس زمانے کے ر وقائع سامنے آ گئے ہیں۔

میر کی سوانح عمری کے مطالعہ سے اُن کی کسی وہ بندی کا بھی ا ازہ نہیں ہو ۔ بلکہ ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں نے میر کی مدد کی ہے۔ ا انی اور تورانی وہ کی بھی انھیں یکساں ہمدردی حاصل رہی ہے۔ 'ذکرِ میر' فرمایشی در . ری ریخ بھی نہیں ہے۔ اس لئے یہاں جن واقعات کا بیان ہوا ہے وہ کسی عصبیت اور جا . داری سے . ی حد پ ک ہے۔

نفسیاتی اعتبار سے بھی اس خود نو کا مطالعہ دلچسپی سے خالی نہیں۔ . میر دوسروں کا ذکر کرتے ہیں تو خود ان کے خلوت کدۂ ذات کا حجاب بھی اُٹھ جا ہے۔ خوش گشتہ تمنّاؤں اور چھپی ہوئی آرزوؤں کا ذکر ان کے ذہن اور دماغ کے بہت سے گوشوں کو بے ب کر دیتا ہے اور اس طرح اُن کے اسیال و عواطف کے بہت سے سربستہ راز کھل جاتے ہیں۔ میر خود پوشی اور خود ئی کے درمیان . ا. جھولتے و تے ہیں۔ اس لئے محمد حسین، خان آرزُو، میر جعفر، عظیم آ . دی، سعادت امروہوی، جاجا جگل کشور، راجا مل اور نواب آصف الدولہ وغیرہ کے متعلق ان کے بیا ت دل چسپی سے خالی نہیں ہے۔ دوسروں کی سیرت نگاری کی کوشش میں خود ان کی سیرت کے بھی بہت سے پہلو بے ب ہو گئے ہیں۔

'ذکرِ میر' سے میر کے مذہبی ات کا بھی ا ازہ ہو ہے۔ ان کی پ ورش ایسے خا ان میں ہوئی تھی جو

صوفیوں کا ملجاماوااور رشد و ہدایت میں کافی مشہور تھا۔ ''ذکرِ میر' اور 'فیضِ میر'' دونوں تذکرے اس کے گواہ ہیں۔ اس عجیب وغریب تاریخ پس منظر میں میر کی حیثیت درویش زادے کی بھی ہے، طالب علم کی بھی، عاشق کی بھی، شاعر کی بھی مصاحب کی بھی اور ایک ایلچی کی بھی۔

مختصراً یہ کہ میر نے اپنی آپ بیتی میں اپنی زندگی کی تمام یادوں کو سمیٹ لیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ اُس دور کے نامساعدہ حالات کی عکاسی بھی کی ہے۔ اس لئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ 'ذکرِ میر' صرف ان کی آپ بیتی ہی نہیں بلکہ وہ ان ہزاروں لاکھوں تباہ و برباد انسانوں کی آپ بیتی ہے جو اٹھاہویں صدی میں حیرت وحسرت کا تماشہ بن چکے تھے۔ ان معنوں میں میر کی یہ آپ بیتی اس لئے بھی اہم ہے کہ اس میں وہ عہد سانس لے رہا ہے جو تاریخ بن چکا ہے۔ اس تاریخ میں بادشاہ سے فقیر تک ہر وہ کردار موجود ہے جسے وقت کی سفاکیوں نے کہاں سے کہاں پہنچادیا تھا۔ لیکن میر نے اسے ایک قطرۂ خون میں سمیٹ کر ایک ایسی آپ بیتی بنادیا جس کا مرکزی کردار وہ خود ہیں۔ ذکرِ میر کا انداز بیان موثر، دل آویز اور بے تکلفانہ ہے۔ قافیوں کا اہتمام ہے۔ لیکن اس سے روانی میں فرق نہیں آیا۔ جملوں کی ساخت پختہ اور بے رخنہ ہے۔ ان کی نثر غالب کی فارسی نثر سے سلاست اور سادگی میں زیادہ اور درخشندگی و شگفتگی میں کم ہے اور یہ رائے مجموعی حیثیت سے صحیح ہے۔ چھوٹی بحر کی غزلوں کی طرح ان کا کمال مرقع نگاری میں آتا ہے۔ جہاں انھوں نے چھوٹے چھوٹے فقروں اور اشاروں میں جہانِ معنی کو پیش کردیا ہے۔ میر کی یہ خود نوشت رہتی دُنیا تک اُن کی یادگار رہے گی۔

سوانح نگاری سے متعلق میر کی دوسری تصنیف ''نکات الشعراء'' ہے میر نے یہ تذکرہ 1752ء میں بہ عہد احمد شاہ لکھا ہے۔ اس میں شعراء کے حالات زیادہ تفصیل سے نہیں ہیں لیکن جو بیتیں معاصر شعراء کے متعلق درج ہیں وہ اختصار کے باوجود قابلِ قدر ہیں۔ اس میں میر نے اُس دور کے 103 شعراء کے مفصّل حالات قلم بند کئے ہیں۔ یہ تذکرہ حضرت امیر خسرو سے شروع ہوتا ہے اور میر کے حالات پر ختم ہوجاتا ہے۔ نکات الشعراء یہاں تنقیدی و تاریخ اہمیت کا حامل ہے وہ ہے اس کی سوانحی اہمیت بھی مسلّم ہے۔ اس کی سوانحی اہمیت پر مولوی عبدالحق یوں فرماتے ہیں کہ اس میں عموماً اور اکثر شعراء کے کلام پر منصفانہ اور بے باکانہ تنقید پائی جاتی ہے۔

''نکات الشعراء'' اگرچہ کوئی تاریخ کتاب نہیں ہے تو ہم اس میں یہ التزام کیا گیا ہے کہ جو واقعہ حقیقی ہو اُسی کو

رقم کیا جائے۔ جن شعراء کا حال معلوم نہ ہو سکا وہاں میر نے صاف لکھ دی ہے کہ اُن کا حال معلوم نہیں ہے۔ تمام تذکرے میں ای بھی لفظ ایسا نہیں معلوم ہو جس سے میر کی خود بینی، خود پسندی ۔ دی ظاہر ہو۔ خلاف اس کے اپنا ذکر انھوں نے ہر گجہ انہ لہجے میں کیا ہے۔

''نکات الشعراء'' کے ذریعے نہ صرف میر کی ز گی کے حالات اور شخصیت کے بعض اہم ا اسا منے آتے ہیں بلکہ جن شعراء کا ذکر انھوں نے کیا ہے اُن اور اُن کے ماحول بھی ایسی روشنی پڑتی ہے کہ ہمیں اُن کی سوانح نگاری اور سماجی شعور کا قائل ہو پڑ ہے۔ بقول ڈاکٹر سید عبداللہ، میر خاکہ بناتے وقت منا الفاظ غیر معمولی قدرت کا ثبوت پیش کرتے ہیں۔ ان کے الفاظ جامع اور پُر معنی ہوتے ہیں۔ میر نے نکات الشعراء میں ای سو سے زا شعراء کے قلمی چہرے پیش کئے ہیں۔ لیکن ان رنگار صورتوں میں خود اُن کے چہرے کی اصل جھلک بھی موجود ہے۔ اس جھلک میں جو تیں زیدہ یں طور سامنے آئی ہیں وہ ان کے مزاج کی شگفتگی اور خوش خلقی ہے۔

ای قابلِ ذکر ت یہ بھی ہے کہ نکات الشعراء میں میر کا ذکر اہ را نہ ہوتے ہوئے بھی پورے تذکرے حاوی آ ہے۔ انھوں نے اپنا جو طویل انتخاب شامل کیا ہے اُس سے اُن کے شعری مذاق کا ازہ بخوبی ہو جا ہے۔ اس انتخاب سے بھی ظاہر ہو جا ہے کہ میر کو جتنی دسترس زیب اور شاعری تھی اُتنی ہی شعر فہمی بھی تھی۔ علاوہ ازیں معاصر شعراء کی اصلاح سے بھی ان کی تنقیدی بصیرت اور شعر شناسی کا احساس ہو جا ہے۔

غرض 'نکات الشعراء' کے مطالعے سے یہ ت واضح ہو جاتی ہے کہ میر تقی میر سوانح نگاری میں بھی اپنا ای الگ مقام ر ہیں۔ وجود اختصار کے نکات الشعراء میں پیش کردہ قلمی چہرے اپنی پوری آب و ب کے ساتھ دکھائی دیتے ہیں اور مکمل چہرے آتے ہیں۔ علاوہ ازیں اس سے میر کے حالات اور خاص طور اُن کے کلام کی عظمت کا احساس بھی ہو جا ہے۔

کتب ائے مُطالعہ :

۱۔ میر کی آپ یت از راحمد فاروقی

۲۔ افکارِ میر از ایم۔ حبیب خان

میر تقی میر کی زِ ندگی کے اہم واقعات

سبق ۱۶

مقاصد :

اس باب میں آپ میر تقی میر کی زندگی کے اہم واقعات سے متعلق جانکاری حاصل کریں گے۔

اس باب کے مطالعہ سے میر کی زندگی اور اُن کے رنج و الم کو سمجھنے میں مدد ملے گی۔

تمہید :

اٹھارہویں صدی کے اُردو شعراء میں میر تقی میر کا مقام خاص اہمیت کا حامل ہے۔ اُردو کے طالب علم کے لئے لازمی ہے کہ وہ اُن کی شاعری اور دونوں کا مطالعہ کرے اور اُن کو سمجھے۔ ہم اُن کے کلام اور نثری تصانیف کو سمجھنے کے لئے از حد ضروری ہے کہ اُن کے دور کے سیاسی، معاشی اور معاشرتی حالات کو سمجھا جائے۔ میر کی زندگی کے حالات اور اُن کے عہد کا جائزہ لیں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک پُر آشوب دور تھا جس نے میر تقی میر کو بھی غم و الم کی تصویر بنا دیا۔

میر تقی میر کی زِندگی کے اہم واقعات :

میر کے جدِّ اعلیٰ حجاز سے تلاشِ روشگار میں دکنی ہندوستان میں وارد ہوئے تھے۔ اُن کے خاندان کے کچھ لوگ کسی وقت اکبر آباد آ گئے جو اُس زمانے کی مغل حکومت کا دارالسلطنت تھا۔ میر کے دادا اُسی خاندان سے تھے جنھیں فوج میں ملازمت مل گئی تھی۔ موصوف پچاس برس کی عمر میں ہی اللہ کو پیارے ہو گئے۔ اُن کے دو بیٹے تھے۔ بڑے بیٹے کو جنون کا عارضہ لاحق تھا اور وہ جوانی میں ہی وفات پا گئے۔ چھوٹے بیٹے کا نام محمد علی تھا جو آگے چل کر اپنے زہد و تقویٰ کی بنا پر علی متقی کے خطاب سے موسوم ہوئے۔ انھوں نے علوم متداولہ کی تعلیم شاہ کلیم اللہ اکبر آبادی سے حاصل

کی۔اُن کی پہلی زوجہ دہلی کے مشہور شاعر اور عالم، سراج الدین خان آرزُو کی بڑی بہن تھیں جن کے بطن سے ایک بیٹا پیدا ہوا، اس کا نام حافظ محمد حسن تھا۔ دوسری بیوی سے علی متقی کے ہاں تین اولادیں ہوئیں۔ دو لڑکے محمد تقی اور محمد رضی اور ایک بیٹی، جو بڑی ہو کر محمد حسین کلیم کو بیاہی گئیں۔ علی متقی کے بڑے بیٹے محمد تقی ہی اُردو غزل کے عظیم شاعر میر تقی میر ہیں۔ جن کی زندگی کے چند اہم واقعات ذیل میں پیش کیئے جا رہے ہیں۔

میر کی ولادت :

میر تقی میر 20 ستمبر 1722ء کو آگرہ میں پیدا ہوئے۔ میر کی والدہ کا اُن کی کم سِنی میں ہی انتقال ہو گیا۔ میر کے والد علی متقی ایک مشہور نامور رسیدہ بزرگ تھے۔ جن سے مختلف اوقات میں کرامات بھی سرزد ہوئیں۔ وہ ہمیشہ یادِ الٰہی میں مصروف رہتے تھے۔ حق تعالیٰ نے انھیں ہمیشہ ذلّت سے محفوظ رکھا۔ جب کبھی اُن کی طبعیت شگفتہ ہوئی تو میر تقی میر سے فرمایا کرتے کہ بیٹا عِشق اختیار کرو کہ عشق ہی اس کا کارخانہ پر مسلّط ہے۔ اگر عشق نہ ہوتا تو یہ تمام نظامِ ک درہم برہم ہو جاتا۔ بے عشق کے زندگی وبال ہے اور عشق میں دل کھونا اصل کمال ہے، عشق ہی بناتا ہے اور عشق ہی بگاڑتا ہے۔ چناں چہ والِد بزرگوار کی ان ہی نصیحتوں کے زیرِ سایہ میر کی پرورش ہوئی۔ والد کے ان اقوال کا میر کی زندگی پر گہرا اثر پڑا اور اُن کے کلام میں ان خلایات کی بازگشت موجود ہے۔

عشق ہی عشق ہے جہاں دیکھو   سارے عالم میں بھر رہا ہے عشق
عشق معشوق، عشق عاشق ہے   یعنی اپنا ہی مبتلا ہے عشق

میر کی تربیت :

سید امان اللہ علی متقی کے مُرید تھے۔ اُن کو علی متقی سے بڑی قربت تھی۔ اُن کی تربیت اور نگاہِ کشف کی بدولت ہی سید امان اللہ ''فقیر کامل'' کے درجے پر پہنچے تھے۔ درویش صفت علی متقی نے میر کو سات برس کی عمر میں تربیت کے لئے امان اللہ کے سپرد کر دیا اور میر اُن سے قرآن شریف پڑھنے لگے۔ میر اُن کو عم بزرگوار کہتے اور ہر وقت ان کے پاس رہتے۔ میر نے ان کی صحبت سے بڑا فیض اُٹھایا ہے۔ میر سید امان اللہ کے ساتھ احسان اللہ، بزرگ اور اسد اللہ وغیرہ درویشوں کی صحبتوں میں بھی شریک ہوا کرتے۔ ابھی میر دس برس کے ہی ہوئے تھے کہ اُن سے بے حد محبت

کرنے والا منہ بولا چچا امان اللہ ملکِ عدم کو سدھار گئے۔لیکن میر کی زندگی پر ان اللہ کی صحبتوں کا بڑا اثر پڑا اور ان میں بچپن ہی سے دردمندی اور قلندری کی شان پیدا ہوگئی جس کا رس ان کے کلام میں ہمیشہ باقی رہا۔

میر کے والد کا انتقال :

میر کے والد کو اپنے عزیز از جان مرید امان اللہ کی دائمی جُدائی کا اتنا رنج ہوا کہ سال بھر کے اندر اندر ہی وہ بھی اللہ کو پیارے ہو گئے۔علی متقی کی تاریخ وفات 18 دسمبر 1733ء ہے۔میر اس وقت بمشکل تیرہ برس کے تھے۔اس طرح میر کو لڑکپن ہی میں یتیمی کا داغ سہنا پڑا۔اس نوعمری میں ہی اُن کو اپنے علاوہ چھوٹے بھائی محمد رضی اور چھوٹی بہن کا پیٹ بھرنے کی فکر لاحق ہوئی۔کیونکہ اُن کے سوتیلے بھائی حافظ محمد حسن نے ان لوگوں سے قطع تعلق کر رکھا تھا۔اور باپ سے ترکے میں ملنے والی تقریباً تین سو کتابوں میں سے انھیں ایک بھی نہیں دی تھی۔امان اللہ کا ایک مرید، مکمل خاں پانچ سو روپے کی ایک ہنڈی علی متقی کی وفات کے وقت لایا تھا جس سے اُن کی تکفین ممکن ہو سکی۔

باپ کے انتقال کے بعد میر پر مصائب کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔لیکن اس لاوارث اور خوددار بچے نے کسی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلایا۔آسمان کی بے مروتی دیکھی، زمانے کے ستم جھیلے۔اب اپنے ہی ہاتھ کے سوا اور کسی کا ہاتھ میر کے سر پر نہ تھا۔

اپنا ہی ہاتھ سر پہ رہا اپنے یوں سدا
مشفق کوئی نہیں ہے، کوئی مہربان نہیں

تلاشِ معاش :

یتیم ہونے کے بعد میر آگرہ اور اُس کے دونواح میں روزگار تلاش کرنے لگے لیکن ناکامی ہاتھ آئی۔مجبور ہو کر 1734ء میں وہ تلاشِ معاش کی غرض سے دہلی کی طرف روانہ ہوئے۔یہاں پہنچ کر فکرِ روزگار نے انھیں بہت سرگرداں اور پریشان رکھا۔کچھ مدّت بعد ان کی ملاقات خواجہ محمد واسط سے ہوگئی جو اُن کی پریشان حالی پر ترس کھا کر انھیں اپنے چچا مصام الدولہ کی خدمت میں لے گئے موصوف محمد علی متقی سے عقیدت رکھتے تھے۔چناں چہ انھوں میر تقی میر کو ایک روپیہ یومیہ وظیفہ مقرر کر دیا۔اب میر دہلی سے واپس آگرہ چلے آئے اور اسی ایک روپیہ یومیہ پر اپنے

چھوٹے بھائی اور چھوٹی بہن کے ساتھ ٓ ربسر کرنے لگے لیکن فلک کج افتاد نے جلد ہی یہ سہو ۔ بھی میر سے چھین لی۔ چو صمصام الدولہ ٓ درشاہ سے ۔ٓ میں زخمی ہوکر راہی ملکِ عدم ہو گئے اور میر کو ملنے والا وظیفہ 1739ء میں بند ہو ۔ ۔اس طرح میر ا مرتبہ پھر بے رومددگار ہو گئے۔

دہلی کا سفر :

اب کچھ د پھر آ ہ میں روزگار کی تلاش کی لیکن مایوسی ہاتھ آئی اور میر پھر دہلی کی طرف چل نکلے۔اس ر دہلی میں محمد تقی نے اپنے سوتیلے ماموں سراج الدین علی خاں آرزُو کے گھر میں قیام کیا۔سراج الدین علی خان اپنے وقت کے مشہور عالم اور شاعر تھے۔میر اگلے سات س اُن کے ہاں مقیم رہے اور خورد ونوش کے علاوہ ان کے زیرِ سایہ تعلیم و ۔ کے مراحل سے بھی گُزرے۔

خان آرزُو کی سلوکی :

سراج الدین خان آرزُو کو اُن کے بھانجے حافظ محمد حسن جو میر کے سوتیلے بھائی تھے نے ورغلا کہ میر تقی میر فتنۂ روزگار ہے اس کی ۔ ہر نہ کر ۔اپنے بھانجے کی عداوت دیکھ کر سراج الدین میر کا بُرا چاہنے لگے اور میر کے ساتھ دشمنوں کا سا ۔ ؤ کرنے لگے۔غرض اس سلوکی سے میر کو اس قدر رنج اور تکلیف ہوئی کہ وہ دروازہ بند کئے کوٹھری میں پڑے رہتے اور رنج و غم میں دن رات ڑھتے رہتے۔

جنون :

سراج الدین کی عداوت کے بعد میر کی حا ۔ گل پنے کو پہنچ گئی۔اُن کے مزاج میں و ۔ پیدا ہوگئی۔ وہ جس حجرے میں رہتے تھے اس کا دروازہ بند کر کے ہجومِ غم میں تنہا بیٹھے رہتے۔غم اور غصّہ کی وجہ سے میر جنون کی سی حا ۔ طاری ہوگئی۔ان کے ذہن میں جو الجھاؤ پیچیدگی ،جنسی محبت کے د نے سے پیدس ہو گئی تھی وہ جیتے جی ختم نہ ہوسکی بلکہ اس نے کے نہاں خانوں پ قبضہ کرلیا اور تخیل کی م رفتاری نے ا وہمی صورت خیالی پیکر چا میں دیکھنا شروع کر د ۔ چار مہینے وہ گلِ ش افروز ۔ نئے گل کھلا رہا۔موسم بہار آ جنون کے داغ اور بھی گہرے ہو گئے۔بس ہر وقت وہی خیالی صورت میں رہتی۔ ڑے علاج معالجے کے بعد جنون کی شدّت میں کمی

آئی اور طبعیت بحال ہوئی۔ مثنوی 'خواب و خیال' میں جو تصو یانھوں نے پیش کی ہے اس میں جنسی عوامل کو پورا دخل ہے اور جو آرزُو حقیقت کی بے رحم دُ میں پوری نہ ہوسکی تھی۔ اُس نے تخیل کی آسان دُ میں پورے ہونے کی راہ نکال لی۔

شعر گوئی :

میر کی شعر گوئی کا آغاز خان آرزُو کے ہاں رہائش کے دوران اور انھیں کی تحر یو ت ۔یہ کے زیرِ ا ہوا لیکن بعد میں پیدا شُدہ کبیدگی کے ش میر نے کھُل کر ان سے استفادے اور کسبِ فیض کرنے کا اعتراف نہیں کیا۔ قرا کے مطابق میر کی شعر گوئی کی ابتداء 1740ء کے آس پ س ہوئی۔ خان آرزُو کی صحبت و ت ۔یہ اور وہی صلا یہ کے زیرِ ا میر تقی میر نے بہت کم عرصے میں خاصی مشق بہم پہنچائی اور اپنے عہد کے مقامی شاعروں میں قدر کی نگاہ دیکھے جانے لگے۔ بعض محققین کا خیال ہے کہ میر نے جعفر عظیم آ دی سے بھی درس لیا اور شعر کہنے کی ت غیب انھیں سعادت امروہوی نے دلائی۔

رعا یہ علی خان کی مصا یہ :

میر تقی میر خان آرزُو کی اقامت ت ک کر کے حوض قاضی چلے گئے تو وہاں علیم اللہ خان اُن پ مہر ن ہو کر رعا یہ خان کے پ س لے گئے جو قمر الدین خان وز یر کے بھانجے اور مالوہ کے صوبیدار کے ٹ تھے۔ نہا یہ متمول و ا آدمی تھے انھوں نے میر کو اپنا مصا مقرر کر لیا۔ یہ 1748ء کے آس پ س کا زمانی تھا۔ رعا یہ خان کے ماموں وز یر قمر الدین خان اس زمانے میں احمد شاہ ا الی سے آزما تھے۔ رعا یہ خان کے ساتھ میر بھی ان کے لشکر میں شامل تھے۔ قمر الدین لڑتے ہوئے سخت زخمی ہو گئے اور اس نتیجے میں اُن کا انتقال ہوگیا۔ چند دنوں بعد دشاہ احمد شاہ تخت نشین ہوا اور اُس نے صفدر کو اپنا وز یر مقرر کیا۔ اب رعا یہ خان اُن کے ہمراہ دہلی منتقل ہو گئے اور اُن کے ساتھ میر بھی پھر دہلی پہنچ گئے۔ میر نے رعا یہ خان کے ساتھ اجمیر کا سفر بھی کیا۔ اس سفر میں انھوں نے حضرت معین الدین چشتی کے مزار کی زیارت کی۔ رعا یہ خان نے بخت سنگھ کی رفاقت ت ک کر دی تو میر کے ساتھ دہلی واپس آ گئے۔ اس کے بعد میر زیادہ دنوں رعا یہ خان کے ساتھ نہیں رہ سکے۔ کسی ت پ خفا ہو کر میر

نے رعایت خان کی مصاحبت 1749ء میں ترک کردی۔

نواب بہادر جاوید خان کی ملازمت :

رعایت خان کی ملازمت ترک کرنے کے کچھ دنوں بعد میر نے نواب بہادر جاوید خان، خواجہ سرا کی ملازمت اختیار کرلی۔ یہ ایک طرح کی اعزازی نوکری تھی۔ میر کو عام سپاہیوں کی طرح گھوڑا رکھنے اور کسی طرح کا کام کرنے سے معاف رکھا گیا تھا۔ محض تنخواہ وصول کرتے تھے۔ چونکہ اس زمانے میں میر کو قدرے فراغت اور فرصت نصیب تھی اس لئے انھوں نے اسی اثناء میں اپنا تذکرۂ شعرائے اُردو، تصنیف کیا جس کا نام ''نکات الشعراء'' ہے۔ صفدر جنگ نے جاوید خان خواجہ سرا سے ناراض ہوکر اُسے قتل کرادیا تو میر پھر بے روزگار ہوگئے۔

رائے بہادر سنگھ کی قدردانی :

1772ء میں رائے بہادر بادشاہ کے حلیف مرہٹے اُسے لے کر دہلی آئے اور مجبور کیا کہ نجیب الدولہ کے بیٹے ضابطہ خان پر چڑھائی کی جائے۔ سکرتال پر جہاں ضابطہ خان صف بند تھا حملہ ہوا۔ ضابطہ خان بھاگ گیا اور مرہٹوں نے اُس کے مال واسباب پر قبضہ کرلیا۔ اس حملہ آور شاہی لشکر میں شامل کابیٹا رائے بہادر سنگھ اور میر تقی میر بھی شریک تھے۔ چونکہ مرہٹے سارا مال واسباب لے گئے تھے اس لئے رائے بہادر سنگھ کی مالی حالت بھی خستہ ہوگئی اور میر تقی میر تو کوڑیوں تک کے محتاج ہوگئے۔

میر کی عُسرت اور گوشہ نشینی :

دہلی میں رہتے ہوئے شاید ہی عُسرت اور تنگ دستی کی کوئی تکلیف ایسی نہیں تھی جس سے میر دوچار نہ ہوئے۔ دہلی میں سخت تنگ دستی اور عُسرت کی وجہ سے میر گوشہ نشین سے ہوگئے۔ اب دوسروں کی امداد پر ہی گزارا ہوتا تھا۔ بادشاہ جن کی حکومت دہلی سے پالم تک رہ گئی تھی، کبھی کبھار کچھ بھیج دیتے تھے۔ اب میر پچاس برس کے ہوچکے تھے اور شب و روز کا مشغلہ صرف شاعری ہوگئی تھی۔ سودا دہلی چھوڑ چکے تھے اور لکھنؤ میں مقیم تھے۔ میر کی آپ بیتی سے اندازہ ہوتا ہے کہ والد کی وفات سے پہلے اُن کی درویشی کے طفیل میر نے تنگی میں گزر اوقات کی اور اُن کے انتقال کے بعد پچاس برس کی ادھیڑ عمر ہونے تک میر کو زندگی میں بدِ بہار کے جھونکے چند ایک ہی نصیب ہوئے۔ گویا نہ اُن کی تمام عمر

پ یشانی،غر   اور محرومیوں کے صحرا میں جھلستے ہوئے ۔ ۔اپنے اردَ   دانھوں نے لوٹ کھوٹ، تباہی، قتل وغارتگری اور خانہ جنگیاں ہی دیکھیں۔غرض 1772ء سے 1782ء   میر ایسے ہی عالم میں دہلی رہے اور ساری تباہی اپنی آنکھوں سے دیکھی۔

میر کا سفرِ لکھنؤ :

لکھنؤ اُس دور میں ای   آسودہ مقام تھا۔میر کے دل میں لکھنؤ جا بسنے کی خواہش پیدا ہوئی۔میر کی قسمت اب کچھ اس طرح مہرب ن ہوئی کہ 1781ء میں اودھ کے نواب آسف الدولہ کو خواہش ہوئی کہ میر تقی میر کو لکھنؤ بلای جائے کہ سودا کی وفات سے پیدا ہونے والی کمی کا ازالہ ہو سکے۔ چناں چہ نواب کا پ وانہ ملتے ہی میر نے لکھنؤ کا ارادہ ۔ ھا اور دہلی کے ۔ اب کو خیر ب دکہا۔لکھنؤ جانے کے بعد نواب نے اُن کو اپنی   زمت میں لے لیا۔تنخواہ تین سو روپے ماہانہ مقرر ہوئی۔غرض 1782ء میں میر تقی میر لکھنؤ میں مقیم ہو گئے۔ جہاں میر نے اکتیس ب س آرام سے ۔ ارے۔

میر تقی میر کی وفات :

میر کا انتقال 20 ستمبر 1810ء کو جمعہ کے دِن شام کو ہوا۔انتقال کے وقت ان کی عمر نوے ب س کی تھی۔ دوسرے دن دوپہر کے وقت لکھنؤ کے اُس وقت کے مشہور قبرستان اکھاڑہ بھیم راؤ میں میر کو دفن کیا ۔ ۔لیکن اب وہاں بہت سی قبروں کے   ن مٹ گئے ہیں۔میر کو شای ٔینده ب توں کی خبر تھی یہ شعر ب لکل حسبِ حال ہے۔

مت تربتِ میر کو مٹاؤ   رہنے دو غری ب کا   ں تو ۔

میر تقی میر کے متعدد اسفار :

۱۔   آ   ہ سے دہلی (پہلی ب ر)   1734ء

۲۔   آ   ہ سے دہلی (دوسری ب ر)   1741ء

۳۔   دہلی سے سرہند   1748ء

۴۔ دہلی سے پُشکر (را ن) 1749ء

۵۔ پُشکر سے اجمیر 1749ء

۶۔ دہلی سے فرخ آ.د 1750ء

۷۔ دہلی سے سکندر آ.د 1754ء

۸۔ دہلی سے آ َ ہ 1762ء

۹۔ کاماں کا سفر 1771ء

۱۰۔ دہلی سے سکرت ل 1771ء

۱۱۔ دہلی سے لکھنؤ 1782ء

کتب. ائے مُطالعہ :

۱۔ میر تقی میر حیات اور شاعری از خواجہ احمد فاروقی

۲۔ میر کی آپ نیت از نِثار احمد فاروقی

۳۔ افکارِ میر از ایم۔حبیب خان

۴۔ نبکات الشعراء (اُردو ت جمہ) از مولوی عبدالحق

ASSIGNMENT QUESTIONS

Total Marks : 20

Note: Attempt all the Questions

Each Assignment Contains 10 Marks.

مندرجہ ذیل دونوں سوالات کے جوابات لکھنے لازمی ہیں

سوال نمبر۱۔ میر کی حالات زندگی اور غزل گوئی پہ تفصیل کے ساتھ لکھیں

سوال نمبر۲۔ میر کی تذکرہ نگاری پہ بحث کیجئے۔